ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور پاکستان

نگرانِ اعلیٰ:
حضرت مولانا مفتی محمود

اسلامی اقدار کا نقیب!

18/45

جمعیۃ علماء اسلام کے امیر حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی، پنجاب کے امیر مولانا عُبید اللہ انورؔ، اور پنجاب کے ناظمِ اعلیٰ مولانا سید نیاز احمد شاہ نے اپنے علیحدہ علیحدہ بیانات میں قومی اسمبلی میں ہونے والے شرمناک واقعہ کی پُرزور مذمّت کی ہے۔ ہرسہ حضرات نے کہا ہے کہ قایدِ حزبِ اختلاف کے ساتھ ناروا سلوک حکومت کی بوکھلاہٹ کا غماض ہے"

صبح بے نور

دیس کے خیر خواہو! بتاؤ تو کیوں؟!
پیرہن نوچ ڈالا ہے دستور کا!
تیرہ بختو! تمہیں کچھ خبر ہی نہیں
یہ تو آغاز ہے صُبح بے نور کا!
ظالمو! خودسرو! شرم آتی نہیں
نام لیتے ہوئے تم کو مزدور کا!
اب کفن باندھ کر سر سے نکلے ہیں ہم
سر کچلنا ہے اب ہم نے مغرور کا
عدلیہ بھی تمہیں اب گوارا نہیں
یہ بھی تھا خار اک قلب رنجور کا!
اس سے بدتر نہیں دور ہوگا کبھی
ظلم کا، جبر کا، جھوٹ کا، زور کا
مشغلہ ان کا ہے بادہ نوشی فقط!
جو چلے تھے بدن ڈھانپنے عور کا!

ہے شب و روز اکرام کی یہ دعا!
کوئی دُہرائے پھر قصہ منصورؒ کا!

اکرام القادری

غرناطہ ریسٹورانٹ ایئر کنڈیشنڈ جہلم

اداریہ

اکرام القادری

شرمناک سلوک

عوامی حکومت کی طرف سے ہائی کورٹ کے اختیارات کو محدود کرنے کے لیے آئین پاکستان میں یکطرفہ ترامیم کے دوران قومی اسمبلی میں قاید حزب اختلاف مولانا مفتی محمود اور اپوزیشن کے دیگر معزز اور مقتدر ارکان کے ساتھ حزب اقتدار نے جس شرمناک اور ذلت آمیز کردار کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس پر ہر محب وطن پاکستانی سراپا کرب و اضطراب بنا ہوا ہے۔ دنیا کی پارلیمانی تاریخ میں اس سے قبل کبھی اس قسم کا واقعہ نہیں ہوا۔ کہ اکثریت کے بل پر اپوزیشن کے باوقار ارکان کو قاید اپوزیشن سمیت بالجبر اور بزور ایوان سے باہر نکال دیا ہو۔ انہی دھونس اور دھاندلیوں سے تنگ آکر اپوزیشن نے ۹ ماہ کے طویل عرصے تک اسمبلیوں کا بائیکاٹ کیے رکھا۔ ارباب اقتدار اپوزیشن کو عوام کی نمایندگی نہ کرنے اور مراعات وصول کرنے کا طعنہ دیتے رہے۔ بائیکاٹ ختم نہ کرنے کی صورت میں اسمبلی کی رکنیت سے محروم کر دیئے جانے کی دھمکیاں بھی دی جاتی رہیں۔ اپوزیشن کی طرف سے ان تمام باتوں کا ایک ہی جواب تھا کہ اسمبلی میں ہماری جائز باتوں کی بھی شنوائی نہیں ہوتی ارباب اقتدار باہمی رضامندی سے طے شدہ معاہدوں تک سے پھر جاتے ہیں۔ اکثریت کے زعم میں آئین کا چہرہ من مانی ترامیم کے ذریعے سے محض اپنے اقتدار کو تحفظ دینے کی غرض سے مسخ کر دیا جاتا ہے۔ متحدہ و متفقہ کوششوں سے بناتے ہوئے ملکی آئین کو بازیچۂ اطفال بنا دیا گیا ہے۔

ان تمام جائز شکایات کے جواب میں عوامی بنیاؤں نے معقول اور معتدل روش اختیار کرنے کی بجائے اتہامات، الزامات اور غلط پروپیگنڈے کو ترجیح دی۔ ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع اپوزیشن رہنماؤں کی کردار کشی اور اپوزیشن کو رگیدنے پر لگا دیئے گئے۔

مستزاد یہ کہ اپوزیشن پر رابطۂ عوام کے تمام راستے بند کر دیئے گئے۔ پورے ملک کو دفعہ ۱۴۴ کی نذر کر دیا گیا۔ اپوزیشن کے باوقار اور جرأت مند رہنما بائیکاٹ کے ضمن میں جب بھی جلسہ عام کی صورت میں اپنے مؤقف کی حمایت میں کچھ کہنا چاہتے، ایف۔ ایس۔ ایف۔ پولیس اور حکومت کے پالتو لٹھیل ڈنڈوں، رائفلوں اور آنسو گیس کے شیلوں سے ان کا استقبال کرتے۔

ان حالات میں اپوزیشن کے دور رس اور محب وطن رہنماؤں نے یہی غنیمت خیال کیا کہ اپنی آواز اسمبلی کے ذریعہ عوام تک پہونچائی جائے۔ اپوزیشن نے متفقہ فیصلہ کے تحت بائیکاٹ ختم کیا اور اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی۔ حزب اقتدار کے بزرجمہروں نے زبانی خیر مقدم کی رسم ادا کی۔

لیکن ہوا وہی جس کا اپوزیشن کو خدشہ تھا۔ آئین کے بخیے ادھڑنا شروع ہوئے۔ عدلیہ کے پاؤں میں زنجیر ڈالی جانے لگی۔ ہائی کورٹ کے دائرۂ کار کی وسعت کو عصر حاضر کے چنگیزوں نے اپنے لیے عار سمجھتے ہوئے اس کے اختیارات کو محدود کرنے کی ٹھان لی۔ اپوزیشن نے عوام کی حق نمایندگی ادا کرتے ہوئے حزب اقتدار کو ٹوکا تو سنی ان سنی کی جانے لگی۔ قاید حزب اختلاف اور ان کے رفقاء کار نے آئین کے تقدس کی طرف توجہ دلائی تو اسے مداخلت بے جا تصور کرتے ہوئے اپوزیشن ارکان اسمبلی کو ایوان سے باہر نکل جانے کا فرمان صادر ہوا۔

اپوزیشن ارکان نے سرتابی کی تو ایف۔ ایس۔ ایف کی خدمات حاصل کی گئیں۔ اپوزیشن رہنماؤں نے مزاحمت کی تو انہیں بازوؤں سے پکڑ کر اور گھسیٹ کر ایوان سے باہر کر دیا گیا جس میں بیٹھنے کے

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۴۵
جمعۃ المبارک ۱۶ ذی قعد، ۲۱ نومبر ۷۵ء

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

رئیس الادارہ
اکرام القادری

مجلس ادارت
مولانا سعید احمد رائے پوری
سید مطلوب علی زیدی
عمیر الہاشمی

★ ★

بدل اشتراک
سالانہ ــــــ ۳۸ روپے
ششماہی ــــــ ۱۹.۰ روپے
سہ ماہی ــــــ ۹/۵۰ روپے
فی پرچہ
۷۵ پیسے

پریمیئر پریس میں چھپا اور مولانا عبیداللہ انور نے شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

لیے وہ عوام کی طرف سے منتخب کیے گئے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ وہی تھا جس کے لیے یہ تمام پاپڑ بیلے جا رہے تھے۔ یعنی ہائی کورٹ کے اختیارات کی گردن پر ترمیم کی تلوار چلا کر لہولہان کر دیا گیا۔ وہی ترمیم جس کو روکنے کے لیے مجاہد حزب اختلاف اور ان کے ساتھیوں نے زخموں کے پھول سجائے تھے، لیکن صوبہ سرحد و بلوچستان میں اقلیتی پارٹی کی حکومت قائم کرنے والے وزیر اعظم ارشاد فرماتے ہیں کہ اقلیت کے فیصلوں کو اکثریت پر نہیں مسلط کیا جاسکتا۔ یہ ہے جمہوریت کے غم خواروں کی دورنگی ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور۔

ہمارے نزدیک اسمبلی میں ہونے والا واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہیں، بلکہ ملک و قوم کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے اس کی "تلافی کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ بھٹو صاحب اپوزیشن کے معزز ارکان اور پوری قوم سے چھاپنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اور اگر کبھی کبھار

معافی مانگیں۔ تاکہ بیرونی دنیا میں ملک رسوائی سے بچ جاتے۔

آخر میں ہم ان اخبارات و جرائد سے بھی کچھ عرض کرنا چاہتے۔ جو افغانستان اور ہندوستان کی جمہوریت کے غم میں تو ٹسوے بہاتے رہتے ہیں، لیکن اپنے ملک میں جمہوریت کو ذبح کیا جا رہا ہو تو ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ پھنسانے والے اپنے بند قبا کی طرف ذرا التفات نہیں کرتے۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ بنگلہ دیش انڈیا اور افغانستان کی جمہوریتوں کے تحفظ میں اخبارات و جرائد کے صفحات سیاہ کرنے والے " ارباب دانش " اپنے یہاں جمہوریت کے حق میں دیا گیا کسی اپوزیشن رہنما کا بیان بھی من و عن شائع کرنے کے روادار نہیں۔ ان راتب خور لحیم و شحیم "تاجداران صحافت" کو اول تو حزب اختلاف کے رہنماؤں کے بیانات ایسا ہوتا بھی ہے تو ایسے تراش خراش کی کند چھری کے حوالے کر کے صد ہزار غلط فہمیوں کی آماج گاہ بنا دیا جاتا ہے۔

یہ ہے پڑوسی ممالک کی جمہوریتوں کے بزعم خیش محافظین کا کردار اور عمل۔ کاش یہ لذت آشنائے کام دہن حب الوطنی کا ثبوت دیتے ہوئے آزادئ رائے کا غلغلہ بلند کرتے اور فسطائیت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا بوتا رکھتے، مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مذمت

مولانا محمد عبداللہ آف بکھر نے اپنے ایک بیان میں قومی اسمبلی میں حزب اقتدار کے شرمناک فعل پر مذمت کی ہے آپ نے کہا کہ حکومت آزادئ گفتار کے تمام راستے بند کر دینے کے بعد اب اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئی ہے آپ نے قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمود اور دیگر اراکین اسمبلی کے زخمی ہونے پر اظہار افسوس کیا۔

دار العلوم مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والہ کی نمایاں تعلیمی و تدریسی خصوصیات

میٹرک پاس طلبہ یا وہ حفاظ جن کے پاس درس نظامی کی تکمیل کے لیے ۹ سال کا وقت نہیں اُنکے لیے ۳ سالہ مختصر اور آسان نصاب تجویز کیا گیا ہے۔ اس میں صرف و نحو آسان طریقے سے اور مختصر وقت میں تکمیل کرا کے ترجمہ قرآن پاک مکمل، حدیث میں مشکوٰۃ شریف، فقہ، ادب عربی تاریخ اور تقابل ادیان، تحریر و تقریر کی مشق کے مضامین شامل ہوں گے —— اس سے پہلے لڑکیوں کیلیے دار العلوم میں یہ نصاب پڑھایا جا رہا ہے کم از کم پرائمری پاس یا اتنی استعداد کی لڑکیوں کو داخل کیا جاتا ہے۔ الحمد للہ کئی لڑکیاں ترجمہ قرآن پاک اور حدیث کے اس تین سالہ نصاب سے فارغ ہو چکی ہیں —— درس نظامی مکمل پڑھایا جاتا ہے۔ اس میں معاشیات سیاسیات، تاریخ، جُغرافیہ، مضمون نویسی اور عربی تحریر کی مشق کا اضافہ کیا گیا ہے ——

درجۂ حفظ میں بھی اردو مضامین کے لیے الگ استاد مقرر ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ اردو نوشت و خواند سے بھی یہ بچے محروم نہ رہیں — کالج کے طلبا اور پڑھے لکھے کاروباری لوگوں کو ترجمہ قرآن مجید پڑھانے کا رات کے وقت انتظام ہے۔

داخلہ محدود ہے۔ جلد از جلد داخلہ لیں۔ عمر کی کوئی شرط نہیں

الداعی الی الخیر: حافظ مولانا عبد الرحیم نعمانی مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والہ

مرسلہ: ڈاکٹر احمد حسین کمال

کیا دیتانت ایک عارضی عمل ہے

عالمی سطح پر پُرامن بقائے باہمی اور دیتانت (DETENTE) کے عمل کو جس طرح فروغ حاصل ہو رہا ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ بین الاقوامی تعلقات کا ایک نیا دور شروع ہو چکا ہے جو نہ صرف ماضی کے دَور سے مختلف ہے بلکہ مستقبل کے سیاسی عمل کے لیے بھی وسیع پلیٹ فارم مہیّا کرتا ہے۔

دیتانت کے حامی اور مخالفین، دونوں کو اس بات کا اندازہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں اس ضمن میں جو معاہدے ہوئے ہیں انھوں نے ٹھوس شکل اختیار کر لی تو سرد جنگ کی جانب دوبارہ پلٹنا ناممکنات میں سے ہو جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ایک طرف امن اور جمہوریت کی علمبردار قوتیں ان معاہدوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تگ و دو کر رہی ہیں تو دوسری جانب اس کے مخالفین مختلف رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں۔ دیتانت کے عمل پر ابھی تک جو تنقید ہوتی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ "دیتانت" کا عمل عارضی حیثیت رکھتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا عالمی جنگ کے دھانے پر کھڑی ہوتی ہے۔"

اس سے قبل کہ اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ مندرجہ بالا تنقید کہاں تک درست ہے، غالباً نامناسب نہ ہوگا۔ اگر ہم گذشتہ چند سالوں کے سیاسی واقعات کا اجمالی جائزہ لے لیں تاکہ یہ نتیجہ نکالنے میں آسانی ہو کہ دونوں میں سے کونسی رائے درست ہے۔

شاید اس بات سے کم ہی لوگ انکار کریں گے کہ گذشتہ چند برسوں میں ایک، بہت اہم واقعہ ویت نامی عوام کی تاریخی فتح ہے جس سے اس امر کی ایک بار پھر تصدیق ہو گئی ہے کہ قوت کا توازن سامراج مخالف قوتوں کے حق میں استوار ہو چکا ہے ویت نام۔ کمبوڈیا اور لاؤس سے دنیا کی سب سے بڑی سامراجی طاقت کی پسپائی اس بات کی دلیل ہے کہ طاقت کے ذریعے کسی قوم کی آزادی کو کچلنا اب ممکن نہیں رہا ہے اس پسپائی کے بعد جنوب مشرقی ایشیا میں پائی جانے والی کشیدگی میں واضح کمی ہوئی ہے اور امن کو استحکام حاصل ہوا ہے۔ ہندچینی کے عوام کی شاندار کامیابی نے ساری دنیا، اور بالخصوص ایشیا کے سیاسی افق پر گہرے اور مثبت اثرات مرتب کئے ہیں۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ ہندچینی کے ان واقعات کے بعد برّصغیر میں حالات کے معمول پر آنے کا عمل خاصا تیز ہوا ہے۔ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل اور عرب ملکوں کے نمائندے پہلی مرتبہ مذاکرات کی میز پر بیٹھے ہیں اور بحر ہند کو خطۂ امن بنانے کے مطالبے نے باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کر لی ہے۔ پچھلے دنوں پاکستان نے بھی یہی مطالبہ کیا ہے۔

یورپ کو دیکھیے۔ مغربی برلن کا پیچیدہ مسئلہ حل ہو چکا ہے اور مغربی جرمنی نے اپنے مشرقی ہمسایوں سے تعلقات استوار کر لیے ہیں۔ یہ مسئلہ کئی دہائیوں سے کشیدگی کا باعث بنا ہوا تھا۔ اور سرد جنگ کی ایک بڑی وجہ تھا اس طرح گزشتہ چند سالوں میں امریکہ اور سوویت روس کے تعلقات خاصے بہتر ہوئے ہیں جس کا سب سے بڑا مظہر وہ چالیس سے زیادہ معاہدے ہیں جو دونوں ملکوں کے درمیان صرف ساڑھے تین برس کے عرصے میں ہوئے ہیں۔

انہی واقعات کا تسلسل یورپی ملکوں کی اجتماعی سلامتی کی کانفرنس ہے جس میں یورپ کے تمام ملکوں نے۔ علاوہ البانیہ کے، شرکت کی ہے اس کانفرنس میں امریکہ اور کینیڈا بھی شریک ہوئے۔ اس سوال پر اکثر مبصرین متفق ہیں کہ اس کانفرنس کے اعلان نامے سے بین الاقوامی تعلقات کے ایک نئے دَور کا آغاز ہوتا ہے فن لینڈ کے صدر مقام ہیلسنکی میں منعقد ہونے والی اس کانفرنس کے شرکاء نے اعلان کیا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل اصولوں کی روشنی میں اپنے تعلقات استوار کریں گے۔

۱- مساوات، ان حقوق کا احترام جو آزادی نے بخشے ہیں۔
۲- طاقت کے استعمال یا دھمکی سے اجتناب۔
۳- علاقائی سالمیت کا احترام۔
۴- تنازعات کے پُرامن تصفیے کی ہمہ وقت تیاری۔
۵- اندرونی معاملات میں عدم مداخلت
۶- انسانی حقوق کا احترام۔
۷- لوگوں کے مساوی حقوق۔
۸- تعاون میں اضافہ۔

چونکہ یہ اصول اقوام متحدہ کے منشور سے مطابقت رکھتے ہیں اور اس کانفرنس میں، البانیہ کو چھوڑ کر یورپ کے تمام ملکوں اور امریکہ اور کینیڈا نے شرکت کی ہے۔ لہٰذا مبصرین کا یہ خیال ہے کہ بین الاقوامی افق پر آئندہ رونما ہونے والی تبدیلیوں کا اس اعلان نامہ سے گہرا اور براہ راست تعلق ہوگا

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امن اور سلامتی کے ان اصولوں کو طے کرنے میں جو بالکل سیدھے سادھے ہیں۔ اتنی مدت کیوں لگی ہے۔ اس کا جواب غالباً اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ یہ بین الاقوامی سطح پر قوت کے توازن کی کرشمہ سازی ہے۔

ابتدا میں ہم نے چند واقعات کا ذکر کیا ہے۔ جن میں ہند چینی، سوویت۔ امریکی تعلقات اور معاہدہ برلن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ آیئے گذشتہ چند برسوں کے کچھ اور واقعات کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ جب سے عرب ملکوں نے تیل کا ہتھیار استعمال کیا ہے سرمایہ دار دنیا میں کھلبلی مچ گئی ہے اور ان کا بھرم ختم ہو گیا ہے۔ خام اشیاء اور قدرتی وسائل کو قومی ملکیت میں لینے کا نعرہ تیسری دنیا میں بے انتہا مقبول ہو چکا ہے اور نئے بین الاقوامی اقتصادی نظام کا مطالبہ شدت اختیار کرتا جا رہا ہے۔

۲۔ پرتگال کی اڑتالیس سالہ فسطائی آمریت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ پرتگال میں ترقی پسند حکومت کے قیام کے بعد اس کی نوآبادیاں ختم ہو گئی ہیں۔ حال ہی میں موزمبیق آزاد ہوا ہے ۱۱ نومبر ۱۹۷۵ء کو انگولا بھی آزاد ہو رہا ہے۔

۳۔ فرانس کے صدارتی انتخابات میں بائیں بازو کے امیدوار نے تقریباً نصف ووٹ حاصل کیے۔

۴۔ ۱۹۶۹ء اور ۱۹۷۴ء کے درمیانی عرصے میں یورپ کے سوشلسٹ ملکوں کی صنعتی ترقی کی شرح ۷،۶۹ فیصدی رہی ہے جبکہ ان کے مقابلے میں مغربی یورپی ملکوں اور امریکہ میں یہ شرح ۵ء۳ فیصدی سے آگے نہیں بڑھی لہٰذا یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ سوشلسٹ کیمپ اقتصادی میدان میں سرمایہ دار کیمپ سے آگے بڑھ چکا ہے۔

۵۔ سوشلسٹ کیمپ کے استحکام کے برخلاف سرمایہ دارانہ کیمپ شدید نوعیت کے بحران اور شکست و ریخت کے عمل سے گزر رہا ہے۔ افراط زر، گرانی، مالیاتی بحران اور بیروزگاری وغیرہ میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ جب سے عرب ملکوں نے تیل کا ہتھیار استعمال کیا ہے۔ رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی ہے۔ مغربی یورپ امریکہ اور جاپان کے آپس کے تضادات بھی شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اس کی ایک مثال اس وقت سامنے آئی جب، صدر فورڈ نے عرب ملکوں کے خلاف طاقت استعمال کرنے کی دھمکی دی۔ اس موقع پر مغربی جرمنی اور فرانس وغیرہ نے صدر فورڈ کے بیان سے نہ صرف لاتعلقی کا اعلان کیا بلکہ مغربی جرمنی نے یہ بھی واضح کر دیا کہ عرب ملکوں پر حملے کی صورت میں وہ اپنے ہوائی اڈے امریکہ کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں دے گا

۶۔ سرمایہ دارانہ نظام کے عالمی بحران کے نتیجے میں، سرمایہ دار ملکوں میں ہڑتالوں میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۶۹ء اور ۱۹۷۴ء کے درمیانی عرصے میں صرف امریکہ، جاپان اور مغربی یوروپی ملکوں میں ۲۲ کروڑ ۵۰ لاکھ مزدوروں نے ہڑتالوں میں حصہ لیا۔ آج کے دور کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ درمیانے طبقے کے افراد بھی مزدوروں کی جدوجہد میں عملی حصہ لے رہے ہیں۔ "سفید پوشی" کا بھرم ختم ہو چکا ہے۔ حتیٰ کہ سرکاری ملازمین بھی سڑکوں پہ آ نکلے ہیں۔

سرمایہ دار کیمپ کی اس پسپائی نے سامراج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر ہم اقتصادی پہلو کو مدنظر رکھیں تو ہمیں اس بات پہ کوئی حیرت نہیں ہوگی کہ امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کو پرامن بقائے باہمی کے ان اصولوں کی تائید کرنا پڑی ہے۔ جو ان کے بنیادی مفادات کے منافی ہیں۔ یہ نتیجہ ہے قوت کے توازن کا، جو واضح طور پر امن، جمہوریت اور سوشلزم کے حق میں استوار ہو چکا ہے۔

اب آیئے اس تنقید پر، جہاں سے ہم نے ابتداء کی تھی۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ایک حلقے کی رائے میں دیتانت کا عمل عارضی حیثیت رکھتا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا تیسری عالمی جنگ کے دہانے پر کھڑی ہے۔"

ابھی ہم نے جن واقعات کا سرسری جائزہ لیا ہے۔ اُن کی روشنی میں یہ بیان بہت کھوکھلا معلوم ہوتا ہے۔ پُرامن بقائے باہمی اور دیتانت کا عمل، جو بلاشبہ آج کا غالب رجحان بن چکا ہے نہ تو کسی "گٹھ جوڑ" کا نتیجہ ہے اور نہ اس میں سامراجی طاقتوں کی "مہربانی" کا دخل ہے۔ درحقیقت عالمی سطح پر طبقات کی موجودہ صف بندی نے اس عمل کو جنم دیا ہے اور جب تک یہ صف بندی تبدیل نہ ہو جائے، دیتانت کی ٹھوس بنیاد موجود رہے گی۔

چنانچہ یہ سمجھنا کہ دنیا تیسری عالمی جنگ کے دہانے پہ کھڑی ہے نہ صرف غلط ہے بلکہ اس قسم کے بیانات سے ان کروڑوں محنت کشوں کے مفادات کو نقصان پہنچتا ہے جو ایک اچھے مستقبل کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں اور اپنی کامیابیوں کی وجہ سے پُراُمید بھی ہیں۔ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ اگر جنگ کی معروضی جڑیں کاٹ دی جائیں تو جنگ چھڑنے اور پھیلنے کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔ امن تحریک یہی کام سرانجام دے رہی ہے۔ دیتانت کے لفظی معنیٰ ہیں "کارتوس میں سے بارود نکال لینا"۔ ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا ایک ایسی ہی سمت آگے بڑھ رہی ہے جہاں امن آزادی اور خوشحالی کا دور دورہ ہوگا۔ کروڑوں افراد اس مقصد کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔

محمد فاروق قریشی

مفکرِ اسلام فرماتے ہیں :

”جب تک فرنگی گماشتوں کو ملیامیٹ نہیں کر دیتے“

قسط نمبر ۲

”ہماری آزادی کی جنگ جاری رہیگی“

میرے محترم دوستو !

اگر میں ایک مولوی ہوکر دفعہ ۱۴۴ کے بغیر حکومت، لاٹھی چارج اور گولیوں کے بغیر حکومت کر سکتا ہوں تو میں اب بھی حکومت کر سکتا ہوں، تم یہ نہیں کر سکتے

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے شہری آزادیاں بحال رکھیں۔ کیوں رکھیں؟ اس لیے کہ :

میں نے ساری زندگی شہری آزادیوں کی بحالی کے لیے جہاد کیا ہے۔

لہذا یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ میں جب خود حکمران ہو جاؤں تو دوسروں کی آزادیاں سلب کر لوں ؟ یہ نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔

میں نے کہا آزادی کے ساتھ جلسے کرو میں تمہارے جلسوں کا جواب جلسوں سے دوں گا۔ لاٹھی سے نہیں دوں گا، گولی سے نہیں دوں گا، آنسو گیس سے نہیں دوں گا۔ ان کے مرکزی وزراء آئے مرکزی وزراء نے ہمارے صوبے میں فتنے پیدا کرنے چاہے۔ انہوں نے جلسۂ عام میں تقریریں کیں۔ کہ زمینداروں کو چڑیوں کی طرح مار دو، تمہاری بندوق کا کوئی وار خالی نہ جائے، ان کو مار دو۔ پھر انہوں نے تمام صوبے میں ہمارے خلاف عوام کو اکسانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔ ہمارے خلاف جلوس بھی نکالے۔ جلسے بھی کئے۔ سب کچھ کیا۔ لیکن ہم مطمئن تھے اس لیے کہ ہم ان کا سیاسی مقابلہ کر سکتے تھے۔ لاٹھی اور گولی کی وہ حکومت محتاج ہوتی ہے جو سیاسی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ میں سیاسی مقابلہ کر سکتا تھا۔ میں نے ان کے ہر جلسے کا جواب جلسے سے دیا اور ان کی پالیسی کو ناکام بنا دیا۔ یہ ڈرتے ہیں۔ یہ عوام کا سامنا کرنے سے ڈرتے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ

ملک بھر سے دفعہ ۱۴۴ اٹھا لو، گولیاں چلانی بند کر دو، لاٹھی چارج ختم کر دو، نہتے غریب شہریوں پر ظلم و ستم بند کر دو۔ اگر تم شہری آزادیاں آج ہمیں دیدو جس میں جلسوں کی عام اجازت ہو، جلوسوں اور مظاہروں کی عام اجازت ہو تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ ایک ماہ کے بعد مسٹر بھٹو کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ لوگ کیا حکومت کرنا جانتے ہیں انہیں حکومت کرنا تو آتی ہی نہیں ؟؟؟

انگریزوں کے اشاروں پر چلنے والے لوگ یہ ٹوڈیوں کی حکومت کیا حکومت ہو سکتی ہے۔ انہوں نے انگریز سے یہی سیکھا ہے کہ جی حضور! جی حضور!

ہمارے ایک گورنر نے جناب اسلم خٹک نے جنہوں نے ہماری پارٹی سے غداری کر کے اور بھٹو سے سازش کر کے گورنری حاصل کی تھی۔ میں پارٹی کا لیڈر تھا اور میری پارٹی نے اس کو سپیکر بنایا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا جب وہ گورنر بنا تو اس نے اعلان کیا کہ بھٹو صاحب کی خواہش میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ بھی ٹوڈی مزاج کا ایک فرد تھا۔ خان بہادر کا لڑکا تھا جو باپ کا صحیح جانشین ثابت ہوا، لیکن اس کے برعکس جب ہم نے دیکھا کہ بھٹو ہم سے غلط کام کرانا چاہتا ہے تو ہم نے سوچا کہ ہمارے لیے دو راستے ہیں یا تو ہم عوام سے غداری کریں۔ جی حضوریے بن کر حکومت کریں اور کرسی پر بیٹھے رہیں یا پھر کرسی پر لات مار دیں۔ ہم نے دوسرا راستہ اختیار کیا، ہم نے ترجیح دی اصولوں کو عزت

نفس کو، اور خودداری کو اور کرسی کو لات مار دی۔ کرسی کیا چیز ہے؟ درحقیقت ایک انسان کا خودداری، عزتِ نفس اور اصولوں پر قائم رہنا ہی انسانیت ہے۔ کرسی پر بیٹھے رہنا خوشامدی بن کر، بے عزت بن کر بے غیرت بن کر، یہ انسان [illegible] ہے۔ جنہوں نے ایسا کیا ان کا کیا حشر ہوا۔ مَیں نے استعفیٰ دیا اور مجھ پر زور دیا گیا۔ میری منتیں کی گئیں کہ پھر حکومت سنبھال لو، لیکن میں نے ان کی اس استدعا کو قبول نہیں کیا۔ میں نے جو راستہ اپنے لیے منتخب کر لیا تھا اسی راستہ پر چلنا تھا، مگر ان کو کان سے پکڑ کر نکال دیا گیا۔ آج ان کا حشر بُرا ہے۔

محترم دوستو!

یہاں پر اسلامی نظام آسکتا ہے آپ کو اس ذہن کا مقابلہ کرنا ہے جو انگریز سے ورثہ میں ملا ہے۔

اس ذہنیت کا تسلط اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ سے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس ذہن کو شکست دینی ہے شکلوں کی تبدیلی سے اسلام نہیں آتا۔ شکل غلام محمدؒ کی ہو، سکندر مرزا کی ہو، ایوب خان کی ہو، یحییٰ خان کی ہو، یا بھٹو کی ہو کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ شکلوں کی تبدیلیاں ہیں۔ ذہن تو وہی ہے جو انگریز سے ورثہ میں ملا ہے۔ آپ کو بنیادی طور پر ذہن تبدیل کرنا ہوگا اور ابھی تک ہم اپوزیشن میں ہیں۔ اس لیے کہ ہمارا مقابلہ اس ذہن کے ساتھ ہے، شکلوں کے ساتھ نہیں ہے۔ ہمارا مقابلہ اذہان کے ساتھ ہے نظریات کے ساتھ ہے۔ اسلامی نظام کا نام لیتے ہیں مَیں کہا کرتا ہوں کہ جو شخص اپنے پانچ یا چھ فٹ کے چھوٹے سے جسم پر اسلامی نظام نافذ نہیں کر سکتا۔ نظامِ عدل و مساوات نافذ نہیں کر سکتا۔ اور جس کا منہ غریبوں کا خون چوس چوس کر سُرخ ہو گیا ہے۔ اور

جن کے دامن پر غریبوں کے خون کے چھینٹے نظر آتے ہیں۔ وہ نظامِ عدل کو کیسے پورے طور پر خدا کی زمین پر نافذ کر سکتا ہے؟ ان لوگوں سے خیر کی کوئی توقع نہیں

ہمارے بہت سے ساتھی کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اسلامی نظام کو اس ملک میں نافذ کر دیں تو ہم ان کا مقابلہ نہیں کریں گے، بلکہ ان کی حمایت کریں گے۔

مَیں کہتا ہوں یہ بالکل غلط توقع ہے۔ اس ذہن سے اسلامی نظام آتا ہی نہیں۔ ہم نے اس ذہن کو بدلنا ہے اس کو صیقل کرنا ہے تب یہاں اسلامی نظام آسکتا ہے ورنہ نہیں۔

میرے محترم دوستو! مَیں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے آئین بنایا اور آپ کو پتہ ہے کہ آئین بناتے وقت ہم نے بائیکاٹ کر دیا تھا۔ اس بائیکاٹ کے ذریعہ ہم نے دستور میں ۱۲ ترمیمیں کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔ آخری دن جب دستور پاس ہو رہا تھا۔ تیسری خواندگی مکمل ہو رہی تھی، پانچ منٹ دستور کے باقی تھے اور شیخ رشید ہمارے وزیر خوراک جو خود ایک چھٹانک خوراک ہضم نہیں کر سکتے" قوم کو کیا خوراک دیں گے۔

شیخ رشید نے اسمبلی ہال میں کہا جب ہم بھٹو صاحب کے ساتھ اپنے مطالبات پر بات چیت کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ ہم نے دستور پاس کر لیا ہے۔ اب کچھ بھی ہو کوئی مطالبہ منظور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ آزاد ادارہ ہے اس نے طے کر لیا ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہمارا فیصلہ اٹل ہے لیکن بھٹو صاحب نے گیارہ میں سے ہمارے سات مطالبات مان لیے۔ جو مطالبات انہوں نے مسترد کیے ان میں ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ دستور میں بنیادی حقوق کی ضمانت دو۔ روٹی کپڑا۔ مکان۔ علاج اور تعلیم۔ یہ عوام کا بنیادی حق ہے۔ مملکت کے ذمہ عوام اپنا بنیادی حق حکومت سے عدالت کے ذریعہ وصول کر سکتے ہیں۔ تاکہ وہ لوگ جنہیں یہ چیزیں نہ ملیں وہ وصول کر سکیں۔

مَیں نے اس میں پانی کا بھی اضافہ کیا۔

مَیں نے کہا کہ ان چھ بنیادی چیزوں کی دستور میں ضمانت دو۔ تاکہ عوام بوقت ضرورت حکومت سے اپنا بنیادی حق وصول کر سکیں۔

انہوں نے کہا کہ مَیں ان چیزوں سے کیسے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں؟ ہم نے کہا آپ نے تو نعرہ لگایا تھا، روٹی کپڑا اور مکان۔ آپ کو اپنے نعرے کے مطابق یہ چیزیں عوام کو مہیا کرنی چاہئیں۔ اس پر بھٹو صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں کیسے دے سکتا ہوں کروڑوں انسا: کو نیر، روٹی کیسے دے سکتا ہوں؟ –

ہم نے کہا کہ اگر آپ ایسا کرنے سے قاصر ہیں تو یوں کر لو کہ یہ دفعہ پانچ سال تک نافذ نہیں ہوگی۔، لیکن پانچ سال کے بعد خود بخود نافذ ہو جائیگی۔ پانچ سال تک ہم مہلت دیتے ہیں۔ مگر وہ اس پر بھی رضامند نہ ہوئے کہنے لگے پانچ سال کے بعد مَیں کیسے دے سکتا ہوں۔ ہم نے دس اور پندرہ تک بھی کہا مگر وہ نہ مانے۔

پنجاب کے دوستو! جس نعرے پر آپ سے ووٹ لیے گئے اس کو عملاً نافذ کرنے سے انکار کر دیا، عوام کے سب سے بڑے خیرخواہ نے۔

مَیں ترامیم کے سلسلے میں عرض کر رہا تھا ہم اسمبلی میں گئے تو پیرزادہ صاحب آئے آئین میں ترامیم پیش کیں جو پاس ہو گئیں اور شیخ رشید کے لمبے چوڑے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔

سب سے پہلے ہم نے مطالبہ کیا کہ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہونا چاہیے۔ ختم نبوت کے مسئلے پر بھی بات کی اور یہ مسئلہ آئین میں رکھوایا، مگر بھٹو صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ مَیں نے حل کیا۔ انہیں محافظ ختم نبوت بھی کہا گیا، مگر یہ مسئلہ مسلمانوں کی مشترکہ کوششوں سے ہم نے حل کرایا۔

ایک آمر سے قوم مطالبہ کرتی ہے اور وہ اپنے اقتدار کو بچانے کے لیے قوم کے سامنے جُھک جاتے تو اس کا سہرا قوم کے سر ہے یا اس آمر کے سر ہے ؟ -

صدائیں اٹھتی ہیں :

قوم کے سر ہے قوم کے سر ہے

برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر اٹیلی نے آزادئ ہند کا مطالبہ تسلیم کر کے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برصغیر آزاد کر دیا۔ اس آزادی کا سہرا انگریز کے سر ہے یا قوم کے سر ؟ -

صاف بات ہے کہ اگر آزادی کا سہرا مسٹر اٹیلی کے سر ہے، تو ہم مان لیتے ہیں کہ ختم نبوت کی تحریک کی کامیابی کا سہرا بھی جناب بھٹو کے سر ہے !

الجزائر کے آٹھ لاکھ مسلمان آزادی کی جنگ میں فرانس کے مقابلے میں سینہ سُپر ہوتے ہیں تب فرانس الجزائر کو آزادی دینے پر رضامند ہوتا ہے، تو کیا ڈیگال کے سر الجزائر کی آزادی کا سہرا باندھا جائے گا ؟

(نہیں! نہیں! الجزائر کے حریت پسندوں کے سر)

محترم دوستو!

„بھٹو نے قوم کے سامنے سپر انداز ہو کر مطالبہ تسلیم کیا اور اب وہ اور اس کے حواری سہرا بھٹو کے سر باندھنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں

تحریک ختم نبوت کی کامیابی اور اسلامی آئین کے نفاذ میں اپوزیشن کا بہت بڑا اور نمایاں کردار ہے"

مگر سوال یہ ہے کہ آئین کے نفاذ کے بعد اسلامی قوانین کی عملی صورت بھی نظر آئی؟

(نہیں! نہیں! ہم نے ہرگز نہیں دیکھی)

پھر یہ کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم نے اسلامی قوانین نافذ کر دیئے ؟ -

„مَیں کہتا ہوں کہ آپ حکومت ہمارے حوالے کریں۔ ہم اگر چھ ماہ کے اندر اندر مکمل طور پر اسلامی قوانین نافذ نہ کر دیں تو ہمیں تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے"

(مجمع از خود رفتہ ہوتا ہے اور ہر طرف سے نعروں کی صدائیں گونجنے لگتی ہیں۔ انقلاب انقلاب، اسلامی انقلاب - مفتئ اعظم زندہ باد - قایدِ اسلامی انقلاب زندہ باد)

اہم اعلان !

برادرانِ محترم ! مَیں نعروں سے دھوکہ دینے والا نہیں ہوں اور نا ہی نعروں سے دھوکہ کھانے والا ہُوں۔ مَیں سب جانتا ہُوں۔ ہم مکمل طور پر موجودہ حکمرانوں سے مایوس ہو گئے ہیں۔ نظام شریعت کانفرنس اس وقت منعقد ہو رہی ہے جب عوام موجودہ حکومت سے مایوس ہو چکے ہیں۔ عوام جان چکے ہیں کہ ان تلوں میں تیل نہیں۔ اس لیے مَیں آج اس عظیم الشان کنونشن میں اس فیصلہ کا اعلان کرنا چاہتا ہُوں جو جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ نے کیا ہے۔

"مَیں ملک بھر میں شرعی عدالتیں قائم کرنے کا اعلان کرتا ہُوں"

اسلامی قوانین

محترم دوستو! مَیں اسلامی قوانین کے نفاذ اور مسلمانوں کے تمام ایسے مقدمات و معاملات جو قابل دست اندازئ پولیس نہیں ہیں ان تمام مقدمات و معاملات کو طے کرنے کے لیے مَیں شرعی عدالتوں کے قیام کا اعلان کرتا ہوں۔ مرکز، صوبے اور ہر ضلع میں شرعی عدالتیں قائم کی جائیں گی۔ مرکز میں تین جج ہوں گے جو صوبائی بورڈ (قاضیوں) کا انتخاب کریں گے۔ بعد ازاں ہر ضلع میں قاضیوں کی نامزدگی ہوگی۔ ہم مسلمانوں کو دعوت دیں گے کہ وہ اپنے مقدمات شرعی عدالتوں میں لائیں جب تک حکومتی سطح پر شرعی عدالتوں کا قیام عمل میں نہیں آتا - !

(فلک شگاف نعرے !)

محترم دوستو! ایسے مقدمات کے فیصلے شرعی عدالتوں سے کراؤ۔ فیصلے کی اپیل صوبے میں ہو سکے گی اور صوبے کی اپیل مرکز میں۔

بھائیو! اگر معاملات شریعت کے مطابق طے ہو سکتے ہوں تو غیر شرعی عدالتوں میں جانے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے -؟ غیر اسلامی قانون کی کیا ضرورت ؟ -

قرآن کریم میں وضاحت سے آیا ہے کہ

> „اے نبیؐ! اس وقت تک
> یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک
> آپؐ کو باہمی معاملات میں حکم
> تسلیم نہیں کر لیتے"

آپ کا فرض ہے کہ اپنے معاملات اور مقدمات ان شرعی عدالتوں میں لائیں۔

محمد سعید الرحمٰن علوی

تبلیغی جماعت!

رائے ونڈ کے اجتماع سے متاثر ہو کر!

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہٗ اس لحاظ سے بڑے خوش قسمت انسان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امامنا الہمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد انہیں ایسے شاگرد دیئے کہ ان شاگردوں میں سے ہر ایک آفتاب و ماہتاب کی مانند ہے اور بلاشبہ ان میں سے ہر ایک ایک مستقل ادارہ، انجمن اور جماعت کے قائم مقام ہے۔

آپ حضرات کے خدام پر ایک نظر ڈالیں تو آپ کو شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، محدثِ عصر السید محمد انور شاہ کشمیریؒ، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مفتی ہند مفتی کفایت اللہؒ حکیم الامت تھانویؒ، شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ حضرت مولانا سہول بھاگلپوریؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا رسول خان ہزارویؒ، مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ جیسے آسمان علم و فضل کے درخشندہ ستارے اور شریعت و طریقت کے جامع بزرگ نظر آتے ہیں۔ ان میں سے ہر بزرگ نے اپنے اپنے مقام پر وہ کام کیا جس پر مستقل دفاتر لکھے جا سکتے ہیں۔

صحبت امروزہ میں ہم اس بزمِ علم و ہدایت کے ایک فرد اور گلستانِ قاسمی کے ایک گلِ سرسبد کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں، جن کا نامِ نامی "محمد الیاس" ہے۔ وہی "محمد الیاس" جو کہ بین الاقوامی تبلیغی تحریک کے بانی ہیں اور مولانا جن کے نام کا جزو لاینفک ہے۔

مولانا محمد الیاس سرزمین کاندھلہ کے چشم و چراغ ہیں۔ وہی سرزمین کاندھلہ جس نے اپنی گود میں اتنے ارباب علم و فضل کو پالا کہ دنیا محوِ حیرت ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے خادمِ خاص مولانا محمد یحییٰ۔ ان کے خلف الرشید مولانا محمد زکریا (شیخ الحدیث سہارنپوری خدا ان کو تا دیر سلامت رکھے) مشہور مصنف مولانا احتشام الحسن وغیرہ ذالک سب اسی دھرتی کے سپوت ہیں۔

مولانا محمد الیاس نے تعلیم حاصل کرنے کے بعد کچھ وقت تدریس میں بھی گذارا، لیکن جب گردوپیش کا ماحول دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ان کے قلبِ صافی پر شدید اثر ہوا۔ وہ مسلمانوں کی حالتِ زار کو دیکھ کر پریشان سے ہو گئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور نہ نام مسلمانوں والے اور نہ کام مسلمانوں والے، نام تو وہ ہندوانہ کام تو وہ غیروں کے مطابق۔ نماز نہ روزہ، ذکر نہ فکر، ایمان کا پتہ نہ اسلام کا! حساس طبیعت متاثر ہوئی تو انہوں نے اللہ کی مخلوق کی اصلاح کا پروگرام بنایا۔ یہ وہی پروگرام تھا جو "تبلیغی جماعت" کے نام و کام سے معروف ہے اور جس کے متعلق لوگ بخوبی جانتے ہیں۔

مرحوم نے اصلاح خلق کا جو پروگرام بنایا تھا اس میں جو خوبیاں ہیں اس کا شمار تو مشکل ہے مختصراً یہ کہ تذکیر و تعلیم کا سادہ طریق، اپنی مدد آپ کے تحت محض رضاکارانہ طور پر کام کرنا روایتی انداز سے دفاتر وغیرہ سے الگ تھلگ رہنے کے باوجود شاندار نظم و انتظام اور امیر و امام کی اطاعت و فرمانبرداری جیسی چیزیں آپ کو مشکل سے کسی دوسری جگہ اس انداز سے ملیں گی۔ مرحوم نے اپنے کام کی ابتدا نواحِ دہلی سے کی اور رفتہ رفتہ یہ کام پھیلتا گیا۔ حتیٰ کہ ان کے لائق و ہونہار فرزند مولانا محمد یوسف کے زمانہ میں جماعت کا کام برصغیر سے نکل کر چار دانگِ عالم میں پھیل گیا اور آج مسلم ممالک کو چھوڑ کر غیر مسلم ممالک میں بھی جماعت کی محنت سے اسلامی برادری کا حلقہ وسیع ہوتا چلا جا رہا ہے۔

مرحوم مولانا محمد الیاس کے ذہن میں دعوت و تبلیغ کے اس کام کے لیے جس ہلکے پھلکے لٹریچر کا نقشہ تھا اسے مولانا احتشام الحسنؒ، مولانا محمد یوسفؒ اور سب سے بڑھ کر آپ کے ہونہار لائق اور قابلِ فخر بھتیجے محدثِ کبیر حضرۃ الشیخ مولانا محمد زکریا صاحب محدث سہارنپوریؒ نے پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ شیخ الحدیث زید مجدہم نے جو تبلیغی نصاب مرتب کیا اسکو جو قبولیت عامہ حاصل ہوئی وہ ایک ریکارڈ ہے اور مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ کلام اللہ کے بعد جو کتابیں اطراف و اکنافِ عالم میں پھیلیں جن کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے اور جن سے وسیع پیمانے پر خلق خدا نے استفادہ کیا ان میں یہ ایک تبلیغی نصاب بھی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے اس کام کو جس نہج سے شروع کیا تھا اس کے مطابق یہ اب بھی جاری ہے اور خوب سے خوب تر کی کہاوت اس پر صادق آتی ہے، محلہ میں گشت قریب کے شہروں میں اِدھر اُدھر جماعتوں کا جانا۔ پھر ملک در ملک کا گشت۔ یہ مختصر مراحل ہیں جو بخیر و خوبی پورے ہو رہے ہیں۔ موصوف نے یہ سلسلہ جیسا کہ

عرض کیا تھا کہ دینی امور کی طرف رغبت دلانے کے لیے شروع کیا تھا۔ عملی سیاسیات سے گریز عام طور پر محسوس ہوتا تھا اور ہوتا ہے لیکن ایک بات طے شدہ ہے کہ شیخ الہند قدس سرہٗ کے خوشہ چیں ہونے کے سبب اور ایک ماہرِ علومِ اسلامی کی حیثیت سے اس میدان میں بھی آپ "ضرورت" کی حد تک تعلق رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے وہ عزیز ساتھی وہم سبق وہم نشین جو اس میدان میں سرگرم عمل تھے ان کے لیے کلماتِ خیر کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا تھا۔ مثلاً جانشین شیخ الہند حضرت مدنی رح کے متعلق آپ کے جذبات وخیالات بہت بلند۔ ان سے مسلسل ربط وتعلق، ان کے پاس جانا اور خدام کو بھیجنا جس کا مقصد اصلاح وتعلق کا رشتہ قائم کرنا ہوتا تھا۔ نیز کبھی کبھار ان کو اہم ترین اجتماعات میں بلاکر انتہائی مناسب وموزوں طریق سے ان کی گراں قدر شخصیت اور ان کے عظیم کام کی اہمیت سے احباب کو آگاہ کرنے کا سلسلہ تو ہمیشہ جاری رہا اور آج تک وہ سلسلہ برابر قائم ہے۔ حضرت مدنی کے وارث کی حیثیت سے حضرت درخواستی مفتی محمود اور مولانا عبید اللہ انور جیسے گرامی مرتبت بزرگ آج بھی میدان عمل میں سرگرم ہیں اور ان حضرات کا تبلیغی مرکز میں جانا اور تبلیغی احباب کا ان سے میل جول برابر ہے۔ ایک دوسرے کا احترام، ایک دوسرے کے لیے نیک جذبات کا اظہار برابر قائم ہے۔

جماعت کے پروگرام کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ علاقائی اور مرکزی سطح پر اجتماعات کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ پاکستان میں مرکزی اجتماع لاہور سے جنوب کی سمت ۲۵ میل کے قریب واقع "رائے ونڈ" کے مقام پر ہوتا ہے۔ امسال ۹ - ۱۰ - ۱۱ کو یہ اجتماع حسبِ روایت رائے ونڈ میں منعقد ہوا۔ اخبارات کے محتاط اندازے کے مطابق اس میں چار لاکھ کے قریب انسان شریک ہوئے۔ اتنا بڑا حج کے مقدس اجتماع کے بعد دنیا میں کہیں نہیں ہوتا۔

اس اجتماع میں جہاں ملک کے ہر حصے سے لاتعداد انسانوں نے شرکت کی وہاں مشرقِ وسطیٰ، افریقہ، یورپ اور دنیا بھر کے ممالک سے بھی جماعتیں رائے ونڈ آئیں اور اس اجتماع میں شریک ہوئیں۔ اب کے اجتماع میں شرکت کی غرض سے بطور خاص جماعت کے سرپرست مولانا محمد زکریا صاحب بھی تشریف لائے۔ حضرت شیخ چلنے پھرنے سے معذور ہیں، لیکن آواز میں طنطنہ اسی طرح موجود ہے اور آنے جانے والوں سے انتہائی شفقت ومحبت کا مظاہرہ ان کی سرشت میں شامل ہے۔ حضرۃ شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ سے گہرے تعلق کے پیش نظر آپ کے دینی وُرثاء، خدام اور عقیدت مندوں کے لیے آپ کا معاملہ تو سوا ہی ہے۔ امسال جب مولانا مفتی محمود رائے ونڈ تشریف لے گئے اور شیخ سے ملاقات ہوئی تو پون گھنٹہ کی یہ ملاقات دیدنی تھی۔ ہر لمحہ دعاؤں سے نوازنا اور پھر یہ فرمانا کہ ہم تو آپ کو ہر وقت دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں۔ نیز میں نے ایک حدیث کی تحقیق کے لیے آپ کو خط لکھا تھا۔ مفتی محمود اور ان کے قافلہ کی عظمت کی علامت ہے اور یہ وقت کے سب سے بڑے محدث اور شیخ کی سند ہے جو محض خدا کی دین ہے۔

شیخ کے علاوہ مولانا انعام الحسن بھی تشریف لائے جو خاندان کاندھلہ کے گل سرسبد ہیں۔ مولانا محمد الیاس، مولانا محمد یوسف اور مولوی ہارون علیہ الرحمہ کے بعد اب جماعت کے امیر ونگرانِ اعلیٰ ہیں۔ آخری دن آپ نے ہدایات کے ضمن میں جو بلیغ خطاب فرمایا وہ اپنی مثال آپ تھا اور پھر آخر کی دعا جو اس بندۂ خدا نے مانگی اور جس پر لاکھوں افراد نے بارگاہِ ربوبیت میں ہاتھ اٹھا کر آمین آمین کہی تو یقین کریں کہ پورا مجمع ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ ہر فرد اپنی اور اپنے مسلم بھائیوں کی اصلاح کے لیے فریاد کناں تھا۔ انفرادی اور اجتماعی بداعمالیوں سے نجات کی آرزو تھی۔ اور خدا کو پکارا جا رہا تھا۔ اچھے اچھے کڑیل جوان اور سنگدل نوجوان بھی آنسو بہا رہے تھے۔

ان کے علاوہ ایک بزرگ تھے جن کے خطابات وبیانات اللہ اکبر لوٹنے کی جگہ ہے کا مصداق تھے۔ یعنی مولانا محمد عمر پالن پوری۔

پھر اتنے بڑے اجتماع میں کوئی غنڈہ گردی نہ تھی، کوکھینچا تانی نہ تھی، چوری نہ تھی، نقصان نہ تھا، پریشانی نہ تھی۔ ہر آدمی اپنے حال میں مست اپنے رب سے لو لگاتے اپنے کام میں مشغول تھا۔ اور ایک عجیب سکون وطمانیت کی فضا قائم تھی۔

اتنے بڑے اجتماع کے لیے حکومت کا تعاون نہیں۔ انتظامات کے لیے کوئی والنٹیئر اور رضاکار نہیں، لیکن خدمت کے جذبہ کے تحت سبھی رضاکار ہیں۔ ایک دوسرے کو آرام پہونچانے کی فکر ہے اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانا سعادت سمجھا جاتا ہے۔

الغرض جو کچھ دیکھا وہ وارداتِ قلبی ہیں، دلی تاثرات ہیں جنہیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا بہت مشکل ہے۔

اور سب سے آخر میں ۸۰۰ کے قریب جماعتوں کا جن میں سے ہر جماعت ۱۰ سے ۲۰ افراد پر مشتمل تھی اب سے لیکر ۹ چلوں تک کے لیے ملک وبیرون ملک کے لیے نکلنا کہ ہر آدمی شیخ سے ہاتھ ملا کر جا رہا ہے۔ اپنا سامان کندھے پر ہے۔ ایک عجیب سماں پیدا کیے ہوئے تھا۔ اگر تبلیغی اکابر نے اپنے بزرگوں کی روایات کے مطابق کام جاری رکھا (اللہ کرے ہمیشہ جاری رہے) اور بعض ثانوی درجے کے لوگوں پر جو کبھی کبھار ہوش کے بجائے جوش کا شکار ہو کر علماء وغیرہ کے خلاف افسوس ناک حملے دہراتے ہیں پر نظر رکھی تو مجھے امید ہے کہ یہ عظیم رضاکارانہ تحریک پوری دنیا کے لیے انتہائی مؤثر ومفید نتائج وثمرات کا موجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات کا پابند بنائے (آمین)

تحریر: **محمود عارف صاحب** لاہور

دین اور سیاست میں تفریق کیوں؟

یورپ کی سیاسیات کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے (قرونِ مظلمہ کے علاوہ) کہ دین اور سیاست ہمیشہ ایک دوسرے سے جُدا اور منفرد خیال کی جاتی رہی ہیں۔ حکومتوں کی سرپرستی ایک علیحدہ چیز ہے، مگر دین اور سیاست ہمیشہ سے ایک دوسرے سے بیگانہ رہے ہیں اور کبھی کسی فردِ واحد کے ہاتھ میں ان دونوں کی زمامِ کار بیک وقت نہیں سما سکیں۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یورپ نے جس دین کو پسند کیا، یا اس خطّے کے حصے میں جو دین آیا وہ دین ہی ناتمام تھا۔ دینِ عیسوی صرف چند حسین و دلفریب مکالمات، خوش کن و جاذبِ نظر مواعظہ ہی تھے۔ جنہیں عیسائیت کے "اربابِ حل و عقدؒ" نے تمامتر دین قرار دے دیا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ زندگی کے بقیہ شعبے جو مذہب کی آبیاری سے پوری طرح تشنہ ہی رہے۔ انسان کی حرص و آز کا شکار ہو جائیں، اور الٰہی تعلیمات کے بجائے انسانی تعلیمات ہی اس کی خانہ پری کریں۔ چنانچہ یہ خانہ پری انسانی تعلیمات سے ہی ہوئی اور ہوتی رہی۔ چنانچہ ہر دور کے مصلحین نے اپنی اپنی آراء و افکار ہی کو وحی الٰہی قرار دیتے ہوئے دین کو جزوِ لاینفک قرار دے دیا۔ اس طرح زندگی کا کارواں متواتر دو پگڈنڈیوں پر چلتا رہا۔ ایک وحیِ ربانی کے چند محدود اقتباسات تھے جن کا دائرۂ عمل محدود و معین تھا اور اس دائرۂ کار سے دین کو باہر نکلنے کی اجازت نہ تھی اور اس محدود چار دیواری سے باہر وسیع و عریض شاہراہ تھی جہاں انسانوں کے احکام کا سلسلہ چلتا تھا جہاں دنیاوی جاہ و جلال کی جھلکیں انسانی آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی تھیں۔

اس دورنگی کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ کے ہر فرد کے دل میں بنیادی طور پر یہ بات ذہن نشین ہو گئی کہ ہر دین کا دائرۂ کار محدود اور معین ہے۔ دین کا کام صرف یہ ہے کہ وہ فرصت کے اوقات میں ایک قسم کی قلبی تفریح کا باعث بن سکے۔ کبھی کبھار جب کہ راگ ورنگ کی کثرت سے دل کی کائنات پراگندہ ہونے لگے تو منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے گرجا گھر کی ہوا بھی کھا لی جائے۔

ان کا یہ فلسفہ ممکن ہے۔ عیسائیت کے حق میں درست ہی ہو، مگر بدقسمتی سے یورپ کے مفکرین اپنے ماحول سے کشید کیا ہوا فارمولا پوری دنیا کے ادیان پر لاگو کرنے میں بھی کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔

دین اور سیاست

یہی وجہ ہے کہ یورپ کے فلاسفر اور حکماء جب بھی کسی مسئلے پر اظہارِ خیال کرنے لگتے ہیں تو فوراً ان کے ذہن میں دین اور سیاست کی تفریق کا مسئلہ اجاگر ہو جاتا ہے اور پھر وہ اسی نقطۂ خیال سے ہر مسئلے کی گتھی سلجھانا چاہتے ہیں۔

یہی حالت کچھ ان لوگوں کی ہے کہ جنہوں نے اسلام کے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے۔ بنیادی طور پر ان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ دین اور سیاست کو جدا کر کے دکھائیں اور اگر کسی وجہ سے جدا نہ کر سکیں تو پھر اس دین ہی میں کیڑے نکالنا شروع کر دیں۔

یہی وجہ ہے کہ یورپ کے اکثر ملاؤں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پر سب سے بڑا اور قوی اعتراض یہ ہے کہ آپؐ نے بیک وقت، اقلیمِ دنیوی، اور دولتِ اخروی پر حکومت کس طرح کی ہے؟۔ ان کے ہاں پیغمبرانہ شان سے یہ بعید ہے کہ وہ کس طرح کی حکومت کر سکے۔؟ ان کے نزدیک پیغمبرانہ حیثیت وہ ہے جو حضرت عیسٰے علیہ السلام کی تھی، کہ۔ فرماتے ہیں۔

> "جانوروں کے بھٹ ہوتے ہیں
> مگر ابنِ آدم کے لیے کوئی جگہ نہیں"

حالانکہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے دین اور سیاست دونوں اس طرح یک جان دو قالب ہیں کہ ان کی جدائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دین درحقیقت زندگی کے ادنیٰ شعبے سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ شعبے تک حاوی ہونا چاہیے جہاں سے ہم باطن کی اصلاح کی بھیک مانگتے ہیں، اسی دروازے سے ظاہری حالت کے سدھارنے کا سوال کیا جانا چاہیے۔ جہاں

روح کی غذا کا سامان فراہم کیا جاتا ہے وہیں سے ظاہر کی غذا کا بھی کچھ انتظام ہونا چاہیے۔

اسی لیے سچ کہا ہے :

ع: جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام تو ایک فطری دین ہے بھلا وہ فطرت کے اس اقتضا کو کیوں ملحوظ نہ رکھتا، انسانی طبیعت کے پر زور مطالبہ کو کیونکر پورا نہ کیا جاتا۔ چنانچہ فطرت انسانیہ کے عین مطابق اسلام نے جو پوری دنیا کی اصلاح کے لیے پروگرام پیش کیا وہ دین اور سیاست کے باہمی اتحاد و اتصال اور قرب و اتفاق سے مرکب ہے۔ اس میں ان دونوں کے راستے مختلف نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے سے پوری قوت اور شدت کے ساتھ اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ ان کی جدائی کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا اور یہ مذہب کی طاقت ہے کہ سیاسیات کو پوری طرح کنٹرول کر سکے۔ اگر دین کی طاقت سیاست کے سر سے اٹھالی جاتے (جیسا کہ آج کل دنیا کے بیشتر ممالک میں ہو رہا ہے) تو سیاست ایک شتر بے مہار رہ جاتی ہے جس کا کوئی رُخ متعین نہیں ہو سکتا، ایک منہ زور گھوڑا ہے جو اپنے مالک سے باغی ہو، دشت دشت چلا پھرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ عالمی شرّ و فساد، تمرد و طغیان کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔

لیکن دین کی طاقت اتنی شدید ہے کہ بڑے جابر سے جابر حکمران کے منہ میں بھی لگام دے سکتی ہے۔ کوئی فاتح و عظیم شہنشاہ ہو کر بھی اس کے سامنے اپنے آپ کو ایک عاجز و بے بس مخلوق سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسلام میں سیاست کا تصوّر

اسلام میں دین اور سیاست کی یہی حیثیت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ یعنی سیاست کو دین کی تحویل میں دے کر سیاست میں بے راہ روی کے خطرے کا ہمیشہ کے لیے سد باب کر دیا گیا۔ جہاد جو اسلام کا ایک رُکنِ اعظم ہے، کیا ہے ؟ وہ تمام باطل طاقتوں کو اسلام کے سامنے سرنگوں کرنے کا نام ہے، لیکن خالصتاً دینی تحریک برپا کرنیکا اور باطل کے ہر ذریعے کا سد باب کرنے کا نام جہاد ہے۔

یورپ کے اندھے مُقلّدین

مگر بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو یورپ کی ہر جائز و ناجائز صحیح وغیر صحیح بات کو بلا چون و چرا تسلیم کر لینے کے خوگر ہو چکے ہیں اور ان کی یہ عادت پوری طرح پختہ ہو چکی ہے کہ جو یورپ کی طرف سے صور پھونکا جائے وہ ان کے لیے حرفِ آخر، بلکہ بعض اوقات وحی ربانی سے بھی زیادہ وقعت رکھتا ہے۔ ایسے لوگ اگر نچلے طبقے سے متعلق ہوتے تب بھی کوئی بات نہ تھی، مگر شومئ قسمت سے ایسے ہی لوگ ہماری کشتی کے ناخدا ہیں۔ ہمارا سفینہ جن کے رحم و کرم پر ہے، ایسے ہی لوگ ہیں، ہمارے اربابِ حل و عقد اور صاحبان تدبیر و تحریر سب اسی رنگ کی تصویر ہیں۔ ان کی سوچ، ان کا فکر، ان کا طرز ادا سب کچھ یورپ کا عطا کردہ ہے۔

ان سے اس کے سوا کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ عملاً تو کجا علماً بھی یورپ کے مسلّط کردہ نظریات کے خلاف کبھی جنبش کر سکیں گے

ایسے ہی یورپ زدہ مستغربین کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کا یہ نتیجہ ہے کہ اب کسی بھی شخص سے یہ کہیے کہ اسلام میں دین اور سیاست دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں تو وہ کانوں کو ہاتھ لگا لیتا ہے کہ توبہ توبہ سیاست کے کوچے میں بھلا دین کو کیا دخل ؟ -

سیاست تو جھوٹ و فریب سے مرکب ہے اور دین کی پاکیزہ و مقدس و مطہر چیز کو اس میں نہیں آلودہ کرنا چاہیے۔

عدالتوں میں جاری ہوں بلا سے وہ دستاویزات جو حکومت کے نمایندے تیار کرتے ہیں، بھلا قرآن مجید کی مطہر آیتوں کو کیوں باہر نکلنے کی زحمت دی جائے۔ قرآن کا مقام تو یہ ہے کہ بس ایک اُونچی سی جگہ پر بیٹھا خاموش تکتا رہے۔ جب کبھی جھگڑا طول پکڑ جائے تو کسی فریق کے دائیں ہاتھ میں ایک شان کے ساتھ اترے اور اپنی قسم دلا کے پھر اپنی مخصوص جگہ میں چلا جائے۔

توبہ توبہ بھلا کوئی عالم دین سیاست میں دخل دے سکتا ہے ؟

یہ چور، ڈاکو، شرابی، زانی، اچکے، رسہ گیر، فریبی، دغا باز قسم کے لوگ سیاست کریں تو عین بہتر۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی متقی پرہیز گار کوئی فہیم عالمِ دین اس کوچے میں قدم رکھ سکے! قوم یہ چیز کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔

علماء کا مقام تو بس مسجد کا حجرہ ہے کہ بس وہ ایک کونے میں لگ کر اللہ اللہ کرتے رہیں اور باقی سب خیر صلاّ۔ کبھی وعظ کر لیا، اور نماز پڑھا دی اور پھر بس چھٹی۔

اس طرزِ فکر کے نتائج :

اسی سوچ اور اسی فکر کا یہ نتیجہ ہے کہ آج سیاست قطعاً دین سے سوائے رسمی وابستگی کے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔ اسلامی مملکتوں میں جو تمام تر مسلم آبادیوں پر مشتمل ہیں سب کچھ ہوتا ہے اور حکومت کی اجازت سے ہوتا ہے مسلم حکومتیں شراب کے اجازت نامے جاری کرتی ہیں۔ زنا کے لیے خصوصی اجازت عطا ہوتی ہے۔ ہر بڑے سے بڑے کام اور فحش سے فحش کام کو حکومت کی سرپرستی ہوتی ہے۔ اور اسی کا

نتیجہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں ایک لامحدود طوفان کے آثار پائے جاتے ہیں۔ خانگی زندگی سے لے کر معاشرتی زندگی کے ہر پہلو تک معاملہ تلپٹ ہو چکا ہے۔ ہر شعبہ حیات میں بددیانتی اور چور بازاری کے جراثیم بزور گھس آئے ہیں اور وہ باقی ماندہ شرافت اور اخلاق کی اقدار کو ایک گھن کی طرح چاٹ رہے ہیں اور ہمارے سامنے تباہی کے غار منہ کھولے کھڑے ہیں۔ ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائیگی

اسلامی جمہوریہ پاکستان ؟

ایک جائزہ:

آیئے اس کے ساتھ ہی اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک جائزہ لیں کہ اس طرز فکر نے ہمیں بے اخلاق و بے راہ روی کی کونسی دلدل میں لا پھینکا ہے۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق ۳۷ ہزار عورتیں گورنمنٹ پاکستان کی طرف سے لائسنس یافتہ آبرو باختہ ہیں دیکھیے روزنامہ مشرق اشاعت سنڈے خصوصی مورخہ ۲۶/اکتوبر ۱۹۷۵ء) یہ تو صرف وہ اعداد و شمار ہیں جو حکومت کے خصوصی اجازت ناموں سے منظر عام پر آسکے ہیں، ورنہ اس سے کئی گنا زیادہ وطن عزیز کی بیٹیاں اس "پیشے" میں ملوّث ہیں۔

شراب کی حالت یہ ہے کہ اب بلا روک ٹوک سر عام پینے کی اجازت ہے۔ سال رواں کے دوران ایک دفعہ اخبار میں ان شراب کی بوتلوں کی تصویر شائع ہوئی تھی جو کسی ہوٹل میں جا رہی تھیں اور جن پر کوئی پردہ وغیرہ نہیں تھا۔

فحاشی و عریانی کی حالت یہ ہے کہ حکومت کے ذرائع نشر و اشاعت خود اس کوشش میں ہیں کہ پوری قوم کو لباس کی قید سے آزاد کردیں۔ عریاں گانے، عریاں ڈانس، فحش ڈرامے، بے حیا مکالمے، خود حکومت کے ماہرین اپنی خصوصی توجہات سے اناؤنس کرتے ہیں۔ اور دیگر جرائم کی جو حالت ہے وہ سب پر واضح ہے۔

یہ تمام نتیجہ ہے اسلام سے اس بُعد کا جو ہم نے دانستہ اختیار کیا اور جس کے لیے انگریزوں نے راہ ہموار کی اور ان کے چیلوں نے اس نظریہ کو تاب و تواں بخشی اور قوم نے اپنے سینوں میں اس وسعت اور فراخی سے اسے جگہ دی کہ اسے تنہا رہنے کا کوئی شکوہ نہ رہا۔

دیکھیے:

اس طویل رات کی صبح کب نمودار ہوتی ہے اور ظلم و شقاوت کی آندھی کب رکتی ہے اور انصاف و عدل کا آفتاب کب مشرق سے طلوع ہوتا ہے۔ ہمارے دل کی یہ آواز ہے:

فیاایھا اللیل اللطویل فانجعی!

جہیز کیلیے
خوب صورت اور پائیدار
سٹین لیس سٹیل
کے
برتن، کراکری، تھرماس، اٹیچی کیس
خریدنے کیلیے
ہماری خدمات حاصل کریں!
بسم اللہ کراکری ہاؤس
ریل بازار بورے والہ

مدرسہ عربیہ جامعہ مدنیہ
جامع مسجد باغ والی وہاڑی

عرصہ چھ سال سے مدرسہ مذا دینی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ مدرسہ میں قرآن کریم کی حفظ و ناظرہ تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ بیرونی طلباء کے قیام و طعام کا مناسب انتظام ہے۔ مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، خیرات اور چرمہائے قربانی سے مدرسہ کی اعانت فرمائیے

مولانا عبد الستار مہتمم مدرسہ عربیہ جامعہ مدنیہ جامع مسجد باغ والی وہاڑی

ٹیکسلا میں:
مدرسہ عربیہ سراج المدارس
کا قیام

ٹیکسلا ضلع راولپنڈی میں حضرت مولانا عبد الغفور صاحب سابق مدرس مدرسہ اشرفیہ حسن ابدال کے زیر اہتمام مدرسہ عربیہ سراج المدارس کے نام سے ایک دینی مدرسہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس میں تمام درس نظامی قابل اساتذہ کی نگرانی میں پڑھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ مدرسہ کا باقاعدہ افتتاح ۲۹/اکتوبر بروز بدھ مخدوم العلماء حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ نے فرمایا ہے۔ داخلہ کے خواہشمند طلباء فوری رابطہ قائم کریں

(مولانا) عبد المجید
مہتمم مدرسہ عربیہ سراج المدارس ٹیکسلا

ترجمانِ اسلام
میں
اشتہارات
دیکر اپنی
تجارت
کو فروغ دیں

تلخ و شیریں ! .... **اخگر نعمانی بصیرپوری**

"حضور! آپ سے یہ عرض کرنا ہے"

"کوہاٹ کے حادثہ پر وزیر اعظم بھٹو کا پیغام ہمدردی" (ایک خبر)

ہمیں اس خبر سے فی الواقع حیرت ہوئی ہے۔ کیونکہ میری ناقص عقل کے مطابق وزیر اعظم کے قرب و جوار میں ہمدردی نہیں رہتی بلکہ بڑی بڑی بلند و بالا عمارات اور ممالکِ عالم سے حاصل کی ہوئیں بے شمار آرائش و آسائش اور عالمی شہرت یافتہ مدح خوانوں کا وجود پایا جاتا ہے جن کی موجودگی میں ہمدردی جیسی شے کا وجود ناممکن ہے، کیونکہ ہمدردی و محبت تو کچے گھروندوں سے مل سکتے ہیں۔ سے:

پکی دیواروں کے پیچھے دہکتی نفرت کی آگ
پیار کے موتی مجھے کچے گھروندوں سے ملے

اس لیے وزیر اعظم کے قرب و جوار میں ہمدردی کا نام و نشان مٹا دیا گیا ہے۔ اور ہمدردی کے نشانوں کو مٹانے کے لیے سابقہ حکمرانوں کی محنت و سعی کے ساتھ ساتھ موجودہ حکمرانوں کی تگ و دو بھی کافی عظیم واقع ہوئی ہے۔ ویسے عرصے سے حقیر کی یہ خواہش تھی کہ بھٹو صاحب سے یہ عرض کر دوں کہ وہ بم پروف کارواں اور سامان آرائش و آسائش کے ساتھ ساتھ ہمدردی بھی کہیں سے حاصل کر لیں —— اور ایک اور بات بھی دست بستہ عرض کر دوں سے

حضور! آپ سے یہ عرض کرنا ہے
حضور! آپ کو بھی ایک روز مرنا ہے۔

"سیمنٹ کی قلت سے تعمیری کام رُک گئے" (ایک بیان)

اس وقت تو ملک میں تعمیر کی جگہ تخریب کو بھرپور ترقی دی جا رہی ہے۔ لہٰذا تعمیر کا کام رُک جانا اس بات کا فطری تقاضا ہے۔ اگر تعمیر بھی جاری رہے، تخریب بھی ہوتی رہے تو تخریب کی رفتار مدھم رہے گی۔ لہٰذا اہلِ اختیار نے تعمیر کی رفتار بند کر کے تخریب کو ترقی دینے میں پوری قوت صرف کر دی ہے۔

"طلباء کو ہتھکڑیاں پہنانے کی مذمت" (ایک خبر)

آج کے دور میں ہاتھوں میں ہتھکڑی اور چوڑیوں میں سے ایک زیور پہننا لازم ہو گیا ہے۔ یہ پہننے والے کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ چوڑیاں پہنے یا ہتھکڑیاں۔ چوڑیاں پہن کر گھر بیٹھے۔ گل کی طرح نالۂ بلبل سُن کر مٹی کا مادھو بن کر بیٹھا رہے، لیکن اگر اس کے پاس ضمیر جیسی کسی شے کا وجود ہو گا تو وہ بُری بات کو برا اور اچھی بات کو اچھا کہے گا، مگر چونکہ ان باتوں سے اربابِ اختیار کے آرام میں خلل اور کام میں دخل واقع ہوتا ہے، لہٰذا اس صاحب کو ضمیر جیسی غیر موسمی اور غیر ضروری شے کو پاس رکھنے کے جرم میں قید کر دیا جاتا ہے۔ اگر وہ ضمیر کو کہیں بیچ کھانے پر رضامند ہو جائے تو اس کے وارے نیارے ہو سکتے ہیں، ورنہ مصائب و آلام اس کی زندگی کا راس المال بن سکتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا پروگرام ہو سے

ظلم کے شہر میں روشنی کیلیے ۔ ہم جلائیں گے خونِ جگر دوستو!

"بہاولپور ڈویژن میں حیوانات کے تحفظ اور افزائش پر گیارہ لاکھ روپے خرچ کیے جائیں گے" (ایک خبر)

حیوانات کی بھی قسمیں ہوتی ہیں۔ عام طور پر چوپاؤں کو حیوان سمجھا جاتا ہے، لیکن ان کا ایک گروہ انسانوں میں بھی ان کی شکلیں لیے ان میں چھپا ہوا ہے۔ یہ گروہ عام حیوانوں سے کچھ فضیلتیں رکھتے ہیں۔ مثلاً یہ خوشامد کے لحاظ سے عام جانوروں سے افضل و ارفع ہوتے ہیں۔ بولنے کی فضیلت کی وجہ سے انسانوں میں مماثل ہو جاتے ہیں، بے حسی کے معاملے میں حیوان ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ حیوان مالک کو نقصان کم پہنچاتے ہیں، مگر یہ جس کے مملوک بنیں گے، اسی کو نقصان پہنچائیں گے۔ چند صفات ان کی حیوانوں سے مماثل ہیں۔ مثلاً: ان میں دوسرے حیوانوں کی طرح ضمیر جیسی کوئی شے نہیں پائی جاتی۔ حیوانوں کی طرح پیٹ کی بھرپور خدمت کرتے ہیں۔ اس لیے ان کا حصہ عام حیوانوں سے زاید ہو گا۔

"اسلامی نظام نافذ کر کے ہی ہم سُرخرو ہو سکتے ہیں۔" (ایک بیان)

سُرخرو کے معنی سُرخ چہرہ کے ہیں، لہٰذا آج کے دور میں لوگوں نے وافر اور وسیع دولت حاصل کر کے صحت کے لحاظ سے سرخرو ہونے کی سعی شروع کر رکھی ہے۔ اس لیے ذاتی سرخروئی اور اجتماعی طور پر سیاہ روئی کے لیے کوششیں بڑی تیز ہیں اس لیے ایسے وقت میں قومی سرخروئی کی بات کون سنے گا؟ ——

از: مولانا مشتاق احمد صاحب اجمل ہائی سکول صادق آباد

عوام کے غمگساروں کیلئے درسِ عبرت

اے پروردگار اپنے پاس سے مجھے سمجھ عطا فرما میرے معاملہ کو درست فرما مجھے نہ ختم ہونے والی قناعت عطا فرما۔ اپنی نعمتوں پر ایسی رضا عطا کو جس میں کبھی تردّد اور شک نہ ہو۔ اے پروردگار آپ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس پر شکر کی توفیق ارزانی فرما۔ میں تو ان نعمتوں میں سے ایک کا بھی پورا حق ادا نہیں کر سکتا۔

حضرت عمیر بن سعد گورنر حمص کی زبان پر مذکورہ بالا دعا اس وقت جاری تھی۔ جب آپ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بلاوے پر اپنے صوبے کے حالات بتانے مدینہ منورہ آ رہے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عمیر کو گورنر بنانے کے ایک سال بعد وہاں کے حالات معلوم کرنے کیلئے بلوایا تھا۔ حضرت عمیر جب مدینہ میں داخل ہوتے تو چہرہ انور سے زہد و ریاضت کے آثار ہویدا نمایاں تھے۔ موٹے کپڑے زیب تن تھے۔ گورنری کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد زہد میں اتنا فرق پڑا کہ آپ کی دنیا اور دنیاوی زیب و زینت سے نفرت اور بے رغبتی زیادہ بڑھ گئی۔ آپ نے طویل سفر ایک ادنیٰ سواری پر نہایت ہی صبر و استغناء سے طے کیا۔ اور دوران سفر میں ایک بار بھی کلمہ شکایت زبان پر نہ آیا۔ جب آپ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کپڑے پرانے جوتا جگہ جگہ سے زخمی ہاتھ میں عصا کندھے پر، ایک پیالہ توشہ دان اور وضو کا برتن، کل یہ دنیا تھی۔ صوبہ حمص کے گورنر کی۔ رضی اللہ عنہ۔ داخل ہوتے ہی سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو حیران و ششدر رہ گئے۔ فرمایا عمیر! تیری کیا حالت بن رہی ہے۔ کیا صوبہ میں قحط سالی ہے یا وہاں کے باشندے خراج نہیں دیتے؟

حضرت عمیر نے یہ حالت دیکھی تو حیران ہو کر فرمایا۔

امیر المومنین آپ کو یہ خیال کیسے ہوا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ تمہاری حالت اس کی غمازی کر رہی ہے۔

حضرت عمیر نے فرمایا میری کونسی چیز آپ کو ایسی معلوم ہوتی ہے؟ میں تو اپنی پوری دنیا ساتھ لایا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے مسکراتے ہوئے فرمایا وہ کونسی دنیا ہے؟

حضرت عمیر نے فرمایا۔ دیکھیے یہ میرا عصا ہے سہارے کا بھی کام دیتا ہے اونٹنی کو بھی اس سے ہانک لیتا ہوں۔ اگر کوئی سرِ راہ ہو تو اس وقت بھی اس سے کام لیتا ہوں۔

حضرت عمر نے فرمایا اور؟

حضرت عمیر نے فرمایا۔ یہ پیالہ ہے اس سے نماز کے لیے وضو کر لیتا ہوں۔ کھانا کھاتے وقت گلاس کا کام لیتا ہوں اور غسل میں بھی اسے استعمال کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ مزید براں؟

حضرت عمیرؓ نے فرمایا یہ مشکیزہ ہے جس میں وضو اور پینے کے لیے پانی رکھتا ہوں اور اس توشہ دان میں کھانا وغیرہ۔

حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور رونے لگے۔

حضرت عمیرؓ آپ کو روتے دیکھ کر حیران ہوئے اور فرمایا۔ ! امیر المومنین آپ کیوں آبدیدہ ہو رہے ہیں۔ اگر میرے پاس اس کے علاوہ کچھ ہوتا تو میں آپ سے پوشیدہ نہ رکھتا۔

جب حضرت عمر نے یہ سنا تو آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

اللھم اجعلنی من الراغبین
فی الاخرۃ والزاھدین
فی الدنیا، اللھم الحقنی
بصاحبی غیر مفتضحٍ
ولا مبدل، اللھم صلی علی
نبیک الذی ھدانا بعد
الضلالۃ وارض عن
ابی بکر الصدیق۔

اے اللہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو آخرت کے طالب اور دنیا سے لاتعلق ہیں۔ مجھے میرے دو پہلے ساتھیوں سے اس حال میں ملا کہ مجھے ندامت نہ ہو اور میرے اندر کوئی تبدیلی نہ ہو۔ اے اللہ اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پر رحمت کی بارش فرما۔ جنہوں نے ہمیں گمراہی کے بعد ہدایت کی طرف راہنمائی فرمائی۔ اے اللہ تو بوبکر صدیق رضؓ سے راضی ہوجا۔

پھر حضرت عمیرؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا: "بھائی آپ نے اپنی ذمہ داری کیسے پوری کی؟

حضرت عمیر نے ارشاد فرمایا۔ جن پر زکوٰۃ جب ادا تھی ان سے میں نے زکواۃ وصول کی اور ذمیوں سے جذیہ وصول کیا۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا۔ زکواۃ و جذیہ کا مال کہاں خرچ کیا؟

حضرت عمیر نے فرمایا۔ فقراء مساکین اور مسافروں پر۔

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔ اب کچھ تمہارے پاس باقی بھی ہے؟

حضرت عمیر رضؓ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم۔ اے امیر المومنین۔ اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں ضرور پیش خدمت کرتا۔

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا مسلمانوں کا اور اہل ذمہ کا کیا حال ہے؟

حضرت عمیر رضؓ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالےٰ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا خیال درست ہو۔ میں نے ان کو ایسے حال میں الوداع کہا کہ سب راضی تھے۔ اور کسی کا حق قابلِ رسی باقی نہ تھا۔

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔ مجھے اس کی اطلاع پہلے بھی مل چکی تھی۔ اب تو میں صرف آپ کی تصدیق چاہتا تھا۔

عمیر رضؓ! اپنی ڈیوٹی (DUTY) پر تشریف لے جایئے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔

حضرت عمیر رضؓ نے فرمایا۔ اے امیر المومنین مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے بال بچوں سے مل لوں اور میری خواہش ہے کہ چند روز ان کے ساتھ گذاروں۔ حضرت عمر رضؓ فاروق نے فرمایا۔ ہاں بھائی! آپ کو اجازت ہے۔ حضرت عمیر رضؓ کا گھر شہر سے دور تھا۔ آپ اپنے اہل وعیال میں اس حال میں پہنچے کہ آپ رضؓ کی تشریف آوری کی کسی کو خبر نہ تھی۔

اہلیہ محترمہ نہایت اشتیاق سے ملیں۔ بچوں نے پیارے ابّا کو شوقِ محبت سے لپٹ لپٹ کر جدائی کی تلخی کو مٹایا۔ بچے سراپا شوق بنے نظر آتے تھے۔ جب آپ بیٹھے تو بیوی نے اپنے شوہر کو غور سے دیکھا حیران ہوئی اور کہا میرے سرتاج! یہ کیا معاملہ ہے آپ کی حالت پہلے سے بھی خستہ ہے۔ اس سے تو ان دنوں میں اچھے تھے جب گورنری نہیں ملی تھی۔ قمیض دیکھو ساری پھٹ رہی ہے۔ چادر ہے تو وہ جا بجا چھلنی ہو رہی ہے۔ جوتے کا یہ حال ہے کہ پاؤں کو ڈھانپنے سے قاصر ہے۔ کیا صوبے کی آمدنی نہیں کہ آپ اپنے نفس کا حق ادا کر سکیں اور کم از کم اپنی حیثیت کو تو برقرار رکھ سکتے

حضرت عمیر رضؓ نے فرمایا۔ نائلہ! کیا وہاں کی آمدنی کوئی مالِ غنیمت ہے؟

بیوی کہنے لگی میرا مقصد یہ نہیں کہ آپ اسے مالِ غنیمت سمجھیں۔ آخر آپ کی تنخواہ کہاں گئی۔ اسے کہاں خرچ کیا؟ فرمایا۔ تنخواہ میں نے اللہ کے راستے میں خرچ کر دی اور اس حقیر اور ناپائیدار دنیا کے بدلے پائیدار اور ابدی آخرت خرید لی۔ یہ سُن کر آپ کی اہلیہ محترمہ کو بہت غصہ آیا لیکن انھوں نے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے کہا کیا آپ کی تنخواہ میں ہمارا کوئی حق نہ تھا۔ آپ نے فرمایا تمہارے گزارے کے لیے تمہارے پاس کافی ہے۔

جنہیں میں نے اپنی تنخواہ دی ہے وہ بالکل خالی ہاتھ اور پریشان حال تھے۔

میاں بیوی میں یہ بات ہو رہی تھی کہ آپ کا ایک بچہ آپ کی گود میں آ بیٹھا۔ آپ کو پیار کرتے ہوتے کہنے لگا۔ ابّا جان! میرے لیے کیا تحفہ لائے ہو؟

حضرت عمیر رضؓ بیٹے کی توتلی زبان سے یہ بات سُن کر مسکرائے۔ اس کی پیشانی کو چوما اور فرمایا اب کی بار بھول آیا دوسری دفعہ آتے ہوتے لیتا آؤں گا۔

اہلیہ نے چمک کر کہا۔ دوسری بار آتے ہوتے!

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک؟

حضرت عمیر نے فرمایا۔ اگر زندگی نے وفا کی تو تحفہ آجائے گا اگر موت آگئی تو اس کے نہ ملنے پر کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

یہ ایسی چیز ہے کہ موت سے بچا سکتی ہے اور نہ قبر میں سود مند ہو سکتی ہے۔

بیوی نے غصے میں کہا عمیر! افسوس ہے آپ نے اپنے اوپر تو سختی کی سو کی چھوٹے بچوں کے لیے بھی آپ سخت ہوگئے ہیں۔

حضرت عمیر نے نہایت الحان سے فرمایا میں ان پر بہت ہی مہربان ہوں۔

بیوی کہنے لگی۔ کون سی مہربانی! یہی نہ کہ آپ اپنی تنخواہ ایسے لوگوں کو دیں۔ جن سے ہماری جان نہ پہچان۔ جو مال خدا نے ہمارے لیے حلال کیا تھا۔ وہ آپ نے انہیں دے کر میرے اور بچوں کے حقوق کو فراموش کر دیا۔ کیا آپ نے ارشاد خداوندی نہیں پڑھا؟ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

اے پیغمبر علیہ السلام آپ فرمایئے
کس نے حرام کیا ہے اللہ کی زینت
کو جسے اس نے اپنے بندوں کے
لیے پیدا کیا اور پاکیزہ رزق؟

قل من حرم زینۃ
اللہ التی اخرج لعبادہ
والطیّبات من الرزق

کیا یہ آیت نظر سے نہیں گزری اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو۔

وانفقوا من طیّبات
ماکسبتم

آپ نے یہ سُن کر نہایت سنجیدگی اور متانت سے فرمایا نائلہ! میں نے یہ سب پڑھا ہے اور خوب سمجھا بھی ہے۔ میں نے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا۔ لیکن تو خداوند قدوس کے اس ارشاد سے غافل ہے۔

"اور وہ لوگ (محض) خدا کی محبت
سے غریب اور یتیم کو کھانا کھلاتے ہیں"

ویطعمون الطعام علی حبہ

مسکینا و یتیما و اسیرا

اور اللہ کے اس ارشاد سے بھی تو غافل ہے کہ "اور اپنے سے مقدّم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور واقعی جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ویؤثرون علی انفسھم
ولو کان بھم خصاصۃ
ومن یوق شحّ نفسہٖ فاولٰئک
ھم المفلحون۔
(سورہ حشر پ۲۸ آیت نمبر ۹)

یہ سن کر اس نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن ہمارے پڑوسی تو آپ کی طرح نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ ان سے اس معاملہ میں ہمارا کیا تعلق! ہر شخص کا معاملہ الگ ہے۔

ترش رو ہو کر بولی۔ مجھے یہ منطق سمجھ نہیں آتی!

حضرت عمیرؓ نے بلند آواز میں فرمایا یہ کوئی منطق اور فلسفہ نہیں جسے تو سمجھنے سے قاصر ہے۔ دراصل دنیا کی محبت اور اس کا فانی سامانِ آرائش تمہیں یہ بات سمجھنے نہیں دیتا۔ اچھا اس قصّہ کو ختم کرو۔ کھانا لاؤ۔ مجھے بھوک لگی ہے۔

نائلہ کھانا لینے گئی آپ اپنے بچوں سے پیار و محبت کر رہے تھے۔ انھیں عرصہ بعد دیکھ کر خوش ہو رہے تھے کہ زوجہ محترمہ جو کی روٹی اور سالن کی جگہ زیتون لے کر حاضر ہوئی۔ کھانا رکھتے ہوئے بولی یہی سب سے عمدہ چیز ہے جو آپ کو پیش کر سکتی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ الحمد للہ علی نعمائہ خبز و ادام" احسانات خداوندی کا شکر ہے کہ روٹی اور سالن موجود ہیں۔ حالانکہ ایسے بھی بہت سے فقیر ہیں کہ انھیں روٹی بھی نہیں ملتی۔

نائلہ نے کہا۔ گھر کی ضروریات آپ سے پوشیدہ نہیں ہیں جس قدر غلّہ موجود ہے وہ صرف چند روز کے لیے کافی ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ حمداً للّٰہ۔ خدا کا شکر ہے اسی کی تعریف ہے۔ ابھی چند لمحے گزرے تھے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی طرف سے ایک قاصد آیا اور اس نے حضرت عمیرؓ کے دروازے پہ دستک دی حضرت عمرؓ، حضرت عمیرؓ کی یہ حالت دیکھ کر بہت زیادہ فکر مند تھے آپ ان کے حالات سے مزید باخبر ہونا چاہتے تھے۔ اس لیے آپ نے سمجھدار اور عقل مند شخص حضرت حبیب کو بھیجا۔ اسے ایک سو دینار دیے اور فرمایا تم تین دن تک ان کے ہاں رہو اگر وہ تنگی میں ہوں تو اسے بیت المال سے یہ سو دینار دے دینا۔ جب وہ پہنچے اور انھوں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے اندر سے فرمایا آؤ بھائی اندر آجائیے۔ حضرت عمیر اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے انہیں بھی شرکت کی دعوت دی۔ وہ کھانے میں شریک ہو گئے۔ تین روز تک حبیبؓ نے جو کی روٹی کے سوا کوئی اور چیز کھانے کی نہ دیکھی۔ سالن سوائے زیتون کے کوئی اور نہ تھا۔ زیتون بھی صرف اس مقدار میں کہ اس سے روٹی چپڑی جاتی تھی۔ حضرت حبیبؓ تو اس فقیرانہ ٹھاٹھ باٹھ سے اکتا گئے اور وہ اس مہمانی سے اتنے تنگ آگئے کہ اگر انہیں حضرت عمرؓ کی ناراضگی کا احساس نہ ہوتا تو وہ تین دن پورے کرنے سے پہلے ہی واپس آجاتے

"میرا خیال ہے حضرت عمر انھیں زہد کی زندگی کی تعلیم دینا چاہتے تھے۔ تیسرا دن پورا ہوتے ہی انھوں نے حضرت عمیرؓ سے کہا یہ سو دینار لیجئے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ نے بیت المال سے آپ کے لیے بھیجے ہیں انہیں آپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت پریشانی ہے وہ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے اطمینان سے رہ سکیں۔ حضرت عمیرؓ کی اہلیہ اندر دروازے سے یہ باتیں سن رہی تھی اور دروازے کے سوراخوں سے وہ دینار نظر آرہے تھے۔ اب وہ اپنی باتوں پر پشیمان ہو رہی تھی۔ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔ کاش میں خاموش رہتی کہ میری قدر و منزلت عمیرؓ کے دل میں زیادہ ہوتی وہ میرے صبر و رضا کو دیکھ کر خوش ہوتے دل میں خیال کر رہی تھی کہ جس قدر تنگدستی نبھائی ہے اس کا عوض بھی مل گیا۔

حضرت عمیرؓ نے جب فرمایا۔ نائلہ اپنا پرانا دوپٹہ لاؤ تو وہ اس خیال سے جلدی سے لے آئی کہ وہ دوپٹے کی حالت حبیب کو دکھانا چاہتے ہیں تاکہ اس سے ان کے گھر کی مزید خستہ حالی کا پتہ چلے اور انہیں معلوم ہو سکے کہ انھیں مال کی کس قدر ضرورت ہے۔ دوپٹہ لا کر سامنے پھیلا دیا تاکہ اس کے سوراخ واضح ہو جائیں اور حضرت عمیرؓ سے کہنے لگی۔ دس سال سے یہی استعمال کر رہی ہوں، کیا میں عورت نہیں ہوں۔ میرے بھی جذبات ہیں۔ حضرت عمیرؓ نے فوراً دوپٹے کے ٹکڑے کیے نائلہ اور حبیب دیکھتے رہے آپ نے ہر ٹکڑے میں پانچ پانچ دینار باندھے نائلہ دل میں سوچ رہی تھی کہ حضرت عمیر یہ تقسیم اس لیے کر رہے ہیں کہ اتنے عرصے میں خرچ کرنا۔ لیکن فوراً ہی نائلہ کا یہ خیال سراب ثابت ہوا جبکہ حضرت عمیرؓ نے فرمایا میں خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ تھیلی فلاں کو دو یہ فلاں کے گھر پہنچاؤ۔ آپ جن فقراء کو جانتے تھے بیوی کے دیکھتے دیکھتے تمام دینار ان کے ہاں بھجوا دیئے اسے دیکھ کر بیوی ششدر حضرت حبیب مدہوش اور ساکت و صامت کھڑے رہے۔

حضرت حبیب نے رخصت چاہی اور حضرت عمر فاروقؓ سے جا کر کہنے لگے کہ میں ایسے زاہد اور تارک الدنیا کو دیکھ کر آیا ہوں جس کے پاس اس ذلیل دنیا کا ایک حبہ (ٹیڈی پیسہ) بھی نہیں۔ تین روز کا مشاہدہ بھی کہہ سنایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اس امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جو اپنی ضروریات کے باوجود دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور دنیا دے کر آخرت خرید کرتے ہیں۔

رپورٹنگ : محمد یوسف ولی اللّٰہی

ہم سب کو جماعتی پروگرام ہی عزیز ہونا چاہیئے

قائدِ طلباء جناب محمد اسلوب قریشی

مرکزی صدر جناب محمد اسلوب قریشی کی شادی خانہ آبادی کی تقریبِ سعید کے موقع پر نواب ہوٹل بہاولپور میں صوبائی صدر جناب رانا شمشاد علی خاں کی طرف سے ان کے اعزاز میں دیئے گئے ایک عصرانہ میں قائد طلباء نے خطاب کرتے ہوئے تمام کارکنوں کا شکریہ ادا کیا۔ انھوں نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرا اور آپ کا رشتہ صرف اور صرف جمعیۃ طلباء اسلام کا پروگرام ہے۔ اس کے علاوہ میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں۔ ہم نے جمعیۃ طلباء اسلام کے پروگرام کو اپنایا ہے۔ لہٰذا ہم سب کو جماعتی پروگرام ہی عزیز ہونا چاہیئے۔ انھوں نے مزید کہا کہ جماعتی کام اور پروگرام تنظیمی لحاظ سے مضبوط ہوئے بغیر سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ ہنگامی نوعیت کے پروگراموں سے اجتناب کے ساتھ ساتھ مسلسل تندہی اور اخلاص سے ہی منزلِ مقصود حاصل کی جا سکتی ہے۔ اجلاس کے آخر میں مرکزی ناظم عمومی جناب سید مطلوب علی زیدی نے دعا کرائی اور تنظیمی کام تیز کرنے کی ہدایت کی۔ اس عصرانہ میں باراتیوں کے علاوہ مرکزی نائب صدر جناب جاوید ابراہیم پراچہ، صوبائی ناظمِ عمومی جناب حافظ محمد طاہر ضلعی اور مقامی تنظیم کے عہدیداران کے علاوہ کارکنوں کی بھاری تعداد اور راقم نے شرکت کی۔ ابتدا میں جناب رانا شمشاد علی خاں نے مرکزی صدر کو اس مبارک موقع پر مبارکباد پیش کی اور عصرانہ میں شرکت کرنے کے سلسلے میں شکریہ ادا کیا۔ اجلاس کے اختتام پر قائد طلباء نے طلباء سے غیر رسمی بات چیت میں سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

تنظیمی دورے

صوبائی صدر جناب رانا شمشاد علی خاں ضلع بہاولنگر اور ضلع رحیم یار خان کا تفصیلی دورہ کیا۔ بہاولنگر میں جماعتی اجلاس ہوا جس میں ضلع کی تمام شاخوں نے اجلاس میں شرکت کی۔ ہر شاخ کے صدر نے تنظیم سے متعلق رپورٹ پیش کی ـــ ضلع بھر میں تنظیمی صورتِ حال کے بارے میں ہدایات دیں۔ اور درج ذیل کمیٹیاں تشکیل دیں۔ جو اپنے اپنے علاقوں میں تنظیم کو فعال بنانے کے لیے کام کریں گی۔ اور اس سلسلے میں ایک ماہ کے اندر اندر رپورٹ پیش کریں گی۔

تحصیل ہارون آباد : ملک خلیل احمد اعوان جناب محمد احمد جناب محمد بشارت۔

تحصیل منچن آباد : جناب محمد سرور، جناب محمد زبیر۔

تحصیل چشتیاں : جناب ذوالفقار علی۔

تحصیل بہاولنگر : جناب شکیل احمد جناب عبید اللہ

اس اجلاس سے قبل رانا صاحب نے ضلع کے مختلف مقامات ہارون آباد۔ فقیر والی، منچن آباد، محمد پور سنساراں اور بنجگوسی کا دورہ کیا۔ ان مقامات پر تنظیمی کام کا جائزہ لیا۔ ریکارڈ کی پڑتال کی۔ کارکنوں کو ہدایات جاری کیں۔

علاوہ ازیں انھوں نے رحیم یار خاں، صادق آباد اور خانپور کا تنظیمی دورہ بھی کیا۔ جماعتی کارکنوں سے خصوصی ملاقات کی اور تنظیمی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کی ہدایت کی۔

نیشنل اسمبلی میں اپوزیشن سے ذلت آمیز سلوک کی زبردست مذمت

جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی صدر جناب محمد اسلوب قریشی، مرکزی ناظم عمومی جناب سید مطلوب علی زیدی، مرکزی نائب صدر جناب ابراہیم پراچہ و میاں محمد عارف مرکزی ناظم جناب عبدالمنین چودھری صوبائی صدر جناب رانا شمشاد علیخاں اور صوبائی ناظمِ عمومی جناب حافظ محمد طاہر نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں نیشنل اسمبلی میں گورنمنٹ کی غنڈہ گردی کی زبردست مذمت کی ہے جس کی وجہ سے قائد حزب اختلاف حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ اور دیگر اپوزیشن لیڈر زخمی ہوئے اور ان کو زبردستی ایوان سے نکال دیا گیا۔

انھوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ ساری مہذب دنیا اور پارلیمانی تاریخ میں تشدد کی یہ بدترین مثال ہے۔ جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ انھوں نے کہا کہ حکومت کے ایسے اوچھے ہتھکنڈے طلباء ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

کروڑ لعل عیسن

(ضلع مظفر گڑھ)

گزشتہ دنوں کروڑ لعل عیسن ضلع مظفر گڑھ میں جمعیۃ طلباء اسلام کا ایک اجلاس ہوا۔ مقامی صدر

نے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے اتحاد اور للہ الامر کے پرچم تلے جمع ہو کر اسلامی قوانین کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے پر زور دیا

جھاوریاں

(ضلع سرگودھا)

جھاوریاں میں جمعیۃ طلباء اسلام کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت مقامی صدر جناب محمد اقبال شاد نے کی۔ اجلاس میں جناب محمد خاں کلیم اور جناب عطاء اللہ نے تقاریر کیں۔

کندیاں

(ضلع میانوالی)

کندیاں ضلع میانوالی میں جمعیۃ طلباء اسلام کا اجلاس زیر صدارت حافظ محمد عمر۔ مقامی دفتر میں ہوا۔ جناب محمد عمر، جناب محمد اقبال اور جناب چوہدری محمد یوسف نے تقاریر کیں۔

دریاخاں

(ضلع میانوالی)

گزشتہ دنوں دریا خاں جمعیۃ طلباء اسلام کا ایک اجلاس مدرسہ فیض الاسلام میں منعقد ہوا۔ جس میں گورنمنٹ ہائی سکول کے طلباء نے شرکت کی۔

جناب قاری نذیر احمد نے تلاوتِ کلام پاک کی۔ جناب محمد یامین اور مولانا غلام رسول صاحب نے طلباء سے خطاب کیا۔

جناب محمد یامین نے طلباء پر زور دیا کہ وہ محنت اور تندہی سے جمعیۃ کا پروگرام دوسروں تک پہنچائیں۔

میانوالی

گزشتہ دنوں میانوالی میں جمعیۃ طلباء اسلام کا ایک اجلاس زیر صدارت حضرت مولٰنا محمد رمضان منعقد ہوا۔ تمام یونٹوں کے ارکان شریک ہوتے اجلاس میں حالات حاضرہ پر تبادلۂ خیال کیا گیا اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کیا گیا۔

ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر پشاور

گزشتہ دنوں ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر پشاور میں جمعیۃ طلباء اسلام کا ایک اجلاس منعقد ہوا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ بعد میں درج ذیل قرار دادیں متفقہ طور پر منظور کی گئیں۔

۱۔ پریکٹیکل کے لیے میٹریل مہیا کیا جاتے

۲۔ اساتذہ کی خالی اسامیوں کو جلد از جلد پُر کیا جاتے۔

۳۔ مشینیٹ سیکشن میں مشینوں کی جلد مرمت کرائی جاتے۔

۴۔ ادارے میں اسلامیات کو لازمی قرار دیا جاتے اور اس کے لیے اساتذہ کی تقرر کیا جائے۔

اعلان

صوبائی صدر جناب رانا شمشاد علیخاں (جو بغرضِ تیاری امتحان رخصت پر تھے) نے چارج سنبھال لیا ہے۔ ان سے صوبائی دفتر لاہور میں رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے

ڈیرہ اسمٰعیل خاں

جمعیۃ طلباء اسلام ضلع ڈیرہ کا اجلاس جناب عنایت اللہ صدر یونین گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسمٰعیل خاں کی صدارت میں ہوا۔

اجلاس میں درج ذیل قرار دادیں پاس کیں

۱۔ چشمہ رائٹ بنک کینال سے ڈیرہ کے لیے دس ہزار سات سو کیوسک پانی دیا جاتے۔

۲۔ ملک میں دفعہ ۱۴۴ کی لعنت ختم کی جاتے۔

شمولیت

درج ذیل طالب علموں نے جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت کا اعلان کیا ہے

چشتیاں: جناب محمد حنیف جالندھری جناب اہل اللہ رحیمی جناب مقبول احمد جناب حافظ عبد العزیز

جھنگ: جناب عارف محمود سابق صدر یونین گورنمنٹ کالج جھنگ۔

لس بیلہ: جناب محمد داؤد پی۔ ایس۔ ایف مستعفی ہو کر۔

انتخابات

گورنمنٹ ڈگری کالج کرک ضلع کوہاٹ

صدر: جناب ارشاد حسین عابد بی۔ اے
نائب صدر: 〃 میر شاہ جہان خٹک ایف۔ اے۔
ناظم عمومی: 〃 محمد نعیم خٹک ایف ایس سی
ناظم: 〃 نور سلم جان ایف۔ اے
خازن: 〃 قاضی سیّد مدثر شاہ ایف اے
ناظم نشرواشاعت: 〃 محمد رفیق 〃

گورنمنٹ ڈگری کالج صوابی

صدر: جناب رزاق داد فورتھ ایر
نائب صدر: 〃 فضل رزاق سیکنڈ ایر
ناظم عمومی: 〃 نجیم خاں 〃 〃
ناظم: 〃 سمیع اللہ 〃 〃
ناظم نشریات: 〃 عثمان غالب 〃 〃

کراچی

صدر: جناب اللہ بخش
ناظم عمومی: 〃 امین الحق کشمیری
ناظم نشریات: 〃 شمس الرحمٰن عباسی
خازن: 〃 عبد الرحمٰن بلوچ
رابطہ سیکرٹری: 〃 شاہد علی صدیقی سپیریئر کالج

مجلس شوریٰ

جناب شاہد علی صدیقی سائنس سپیریر کالج
〃 محمد فاروق 〃 〃 〃
〃 محمد اشرف علامہ اقبال کالج
〃 عبد المنان 〃 〃 〃
〃 محمد حیات 〃 〃 〃

ضرورت

دفتر جمعیۃ طلباء اسلام ضلع ملتان کے لیے ایک ناظم دفتر کی ضرورت ہے جو کم از کم میٹرک ہو اور جماعتی ذہن رکھتا ہو۔ دفتر لوہاری گیٹ ملتان شہر۔

قمر ہاشمی

پنجاب، سندھ، سرحد اور بلوچستان میں صوبائی قاضیوں کا تقرر کر دیا گیا

شرعی عدالتوں کا قیام ملک میں اسلامی قوانین کے نفاذ کا آغاز ہوگا

عدالت عالیہ شرعیہ پاکستان کے قاضی القضاۃ مولانا مفتی محمود نے مندرجہ ذیل علماء کو چاروں صوبوں میں صوبائی قاضی مقرر کر دیا۔ یہ صوبائی قاضی اضلاع قاضی مقرر کریں گے اور طریق کار کے تعین کے بعد ہر سطح پر شرعی عدالتیں کام شروع کر دیں گی۔

پنجاب ۱۔ مولانا مفتی محمد عبداللہ ملتان ۲۔ مولانا سید حامد میاں لاہور ۳۔ مولانا عبدالقیوم گوجرانوالہ

سندھ ۱۔ مولانا مفتی ولی حسن کراچی ۲۔ مولانا احمدالرحمٰن کراچی ۳۔ مولانا نور محمد سجاول

سرحد ۱۔ مولانا ایوب جان بنوری پشاور ۲۔ مولانا قاری عبدالکریم کلاچی ۳۔ مولانا نعمت اللہ کوہاٹ

بلوچستان ۱۔ مولانا عبدالغفور کوئٹہ ۲۔ مولانا غلام حیدر دورالائی ۳۔ مولانا ابوبکر خضدار

غالب امکان یہ ہے کہ یکم محرم الحرام ۹۶ھ سے ہر سطح پر شرعی عدالتیں کام شروع کر دیں گی اور ۱۸۳۱ء میں صوبہ سرحد میں امیرالمومنین سیّد احمد شہیدؒ کی مختصر اسلامی حکومت کے بعد برّصغیر میں پہلی بار باقاعدہ شرعی عدالتیں لوگوں کے تنازعات قرآن و سُنّت کی روشنی میں فیصلے کرنے لگیں گی۔

آل پاکستان نظامِ شریعت کنونشن گوجرانوالہ کے موقع پر جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس عاملہ و مجلس شوریٰ کے متعدد اجلاس امیر مرکزی حضرت درخواستی دامت برکاتہم کی زیرصدارت منعقد ہوئے جن میں نظام شریعت کنونشن کے انتظامات کا جائزہ لینے اور شرعی عدالتوں کے قیام کے تاریخی فیصلہ کے علاوہ کنونشن میں پیش کی جانے والی قراردادوں کی منظوری دی گئی اور ملک کی سیاسی صورتحال کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔

قائدِ جمعیۃ مولانا مفتی محمود نے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں ملک کی سیاسی صورت حال پر بالتفصیل روشنی ڈالی اور ان کے علاوہ حضرت مولانا محمد ایوب بنوری حضرت مولانا عبدالکریم صاحب حضرت مولانا نیاز احمد گیلانی حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب حضرت مولانا محمد رمضان حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحب حضرت مولانا محمد خان شیرانی اور دیگر زعماء نے بھی بحث و تمحیص میں حصہ لیا۔ حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی دامت برکاتہم نے مجلس شوریٰ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام کی رکنیت سازی اور تنظیم نو کی مہم کو پوری دلچسپی کے ساتھ آگے بڑھانے کی ضرورت پر زور دیا۔ اور فرمایا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور ہمیں اس ملک میں اسلامی نظامِ عدل کے نفاذ کے لیے طویل جدوجہد اور انتھک محنت کرنا ہوگی۔ آپ نے علماء اور کارکنوں کو تلقین فرمائی کہ قریہ قریہ بستی بستی پھیل جائیں اور عامۃ المسلمین کو علماء حق کے پلیٹ فارم پر منظم کریں اپنے اسلاف و بزرگوں کے کارناموں سے لوگوں کو آگاہ کریں جمعیۃ علماء اسلام کے پروگرام اور مقاصد سے عوام کو روشناس کرائیں اور جمعیۃ علماء اسلام کو تنظیمی و مالی لحاظ سے مضبوط اور مستحکم جماعت بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ آپ نے کہا مختلف عہدوں کی ذمہ داری قبول کر لینے والے حضرات کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے شب و روز کام کرنا چاہیے کیونکہ کام اور مسلسل کام کے بغیر ہم اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

مقدمات اور دفعات

گوجرانوالہ پولیس نے آل پاکستان نظام شریعت کنونشن میں مختلف تقاریر کی بناء پر جمعیۃ علماء اسلام کے سولہ راہنماؤں کے خلاف جو مقدمات درج کیے ہیں ان کی تفصیلات موصول ہو گئی ہیں ایف آئی آر کے مطابق تحفظ امن عامہ کی دفعہ ۱۶ کے تحت ۲۷ اکتوبر ۷۵ء کو تھانہ سٹی گوجرانوالہ میں مندرجہ ذیل تین مقدمات درج کیے گئے:

مقدمہ ۲۰۳۲/۷۵ شرکاء

۱۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ العالی امیر مرکزی ۲۔ حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ۳۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب لاڑکانہ نائب امیر مرکزی ۴۔ جناب قاری نورالحق قریشی ناظم انتخابات مرکزی ۵۔ حضرت مولانا محمد خان شیرانی امیر صوبہ بلوچستان ۶۔ حضرت مولانا عبدالحمید سواتی مہتمم نصرت العلوم گوجرانوالہ۔

مقدمہ ۲۰۳۳/۷۵ شرکاء

۱۔ حضرت مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہ العالی امیر مرکزی

۲۔ حضرت مولانا غلام ربانی رحیم یار خان نائب امیر صوبہ پنجاب ۳۔ حضرت مولانا سید نیاز احمد گیلانی ناظم عمومی صوبہ پنجاب ۴۔ حضرت مولانا محمد مراد صاحب امیر ضلع سکھر۔ ۵۔ حضرت مولانا محمد لقمان صاحب علی پور ضلع مظفر گڑھ۔

مقدمہ ۲۰۳۴/۷۵ شرکاء

۱۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ ناظم عمومی مرکزی

۲۔ مولانا زاہد الراشدی ناظم نشر و اشاعت مرکزی

۳۔ جاوید ابراہیم پراچہ نائب صدر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان ۴۔ عبدالمتین چوہدری ناظم جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان ۵ حافظ محمد طاہر ناظم اعلیٰ جمعیۃ طلباء اسلام پنجاب ۶۔ شاعر اسلام الحاج سید امین گیلانی شیخوپورہ

جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور نے ایک بیان میں ان اقدامات کو حکومت کی بوکھلاہٹ کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس قسم کے ہتھکنڈوں سے علماء حق کو عظیم مشن کے راستہ سے نہیں ہٹایا جا سکتا آپ نے مطالبہ کیا کہ یہ مقدمات فی الفور واپس لیے جائیں۔

شدید احتجاج

جمعیۃ علماء اسلام کے امیر مولانا محمد عبداللہ درخواستی اور پنجاب کے امیر مولانا عبید اللہ انور نے ایک مشترکہ بیان میں قومی اسمبلی سے اپوزیشن ارکان کو جبراً باہر نکالنے کے واقعہ پر شدید احتجاج کیا ہے اور اسے دنیا کی پارلیمانی تاریخ میں ایک شرمناک باب کا اضافہ قرار دیتے ہوئے وزیر اعظم بھٹو سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ عوامی نمائندوں کی اس شرمناک توہین پر پوری قوم سے معافی مانگیں اور فی الفور مستعفی ہو کر اقتدار سپریم کورٹ کے حوالہ کر دیں۔ جمعیۃ کے راہنماؤں نے کہا ہے کہ اپوزیشن پر اسمبلی کے اندر اور باہر اظہار رائے کے تمام دروازے بند کر دینے کے بعد اس کے معزز راہنماؤں کی توہین و تذلیل کا یہ سلسلہ اس امر کا ثبوت ہے کہ حکمران گروہ اپوزیشن کو کچلنے اس کے وجود سے نجات حاصل کرنے کے لیے پوری قوت کے ساتھ جہاد کر رہا ہے

جمعیۃ کے راہنماؤں نے کہا اس واقعہ کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اس گروہ سے قانون و شرافت کی توقع رکھنا قطعاً فضول ہے اور اس اخلاق باختہ ٹولے سے نجات حاصل کرنا ہی اس وقت ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے

قرارداد مذمت

جمعیۃ علماء اسلام گوجرانوالہ کے کارکنوں کا ایک ہنگامی اجلاس مولانا عبدالروف فاروقی کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں قومی اسمبلی سے اپوزیشن کو جبراً باہر نکالنے کے واقعہ پر شدید احتجاج کرتے ہوئے ایک قرارداد میں وزیر اعظم بھٹو سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ عوامی نمائندوں کی شرمناک توہین پر پوری قوم سے معافی مانگیں اور اقتدار سپریم کورٹ کے حوالے کر دیں۔

قرارداد میں کہا گیا ہے کہ اس اپوزیشن پر اسمبلی کے اندر اور باہر اظہار رائے کے تمام دروازے بند کر دیے گئے ہیں اور اب اپوزیشن کو اسمبلی سے جبراً باہر نکال کر حکمران گروہ نے اپنے فاشسٹ عزائم کو بالکل بے نقاب کر دیا ہے اس لیے ملک کے تمام شہریوں کو چاہیے کہ وہ اس اخلاق باختہ حکمران گروہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے پوری قوت کے ساتھ جہاد کریں۔

ہنگامی اجلاس

جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم و گجرات کے ایک ہنگامی اجلاس میں اپوزیشن ارکان اسمبلی پر مبینہ زیادتی کی مذمت کرتے ہوئے موجودہ حکومت کے عوامی حقوق کشی اور عوامی نمائندوں کے بے حرمتی کی شدید مذمت کی گئی اور ملک بھر کے عوام کا ارکان اسمبلی، اپوزیشن لیڈروں اور قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمود کو گھسیٹ کر اور دھکے دے کر ایوان سے باہر نکالنے کا رویہ پاکستان دشمنی کے مترادف ہے۔ اور دنیا بھر میں پاکستان کے وقار کو بری طرح مجروح کرنے والا ہے۔

قومی اسمبلی کا جمہوری ادارہ بچوں کا کھیل اور تماشا بن کر رہ گیا ہے اور عوام یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ وزیر اعظم بھٹو ادھر بائیکاٹ ختم کرنے کی اپیل پھر خیر مقدم کرتے ہیں اور ادھر ملک کے سب سے بڑے آئین ساز ادارے کی بری طرح بے حرمتی کرتے ہیں۔ جمعیۃ ضلع جہلم و گجرات کے راہنماؤں نے اپنے مشترکہ بیان میں اپوزیشن راہنماؤں پر حکومت کی مبینہ زیادتی، ظلم اور تشدد کی شدید ترین مذمت کی ہے۔

اور جمعیۃ کے راہنماؤں مولانا عبداللطیف بالوکوٹی سرائے عالمگیر امیر ضلع جہلم و گجرات، مولانا محمد اکرم کھیوڑہ، امیر ضلع جہلم۔ مولانا محمد شریف احرار کالا گوجرہ۔ مولانا عبدالرحمن قاسمی نائب امیر ضلع ۔ قاری محمد اختر ناظم اعلیٰ ضلع گجرات، مولانا عبدالرزاق گجرات، مفتی رشید احمد ارشد ناظم انتخابات ضلع جہلم۔ مولانا محمد صادق صدیقی، قاری محمد شریف صاحب، مولانا عبدالرؤف جاوہ، محمد انور پاشا ناظم اعلیٰ ضلع جہلم۔ چوہدری فضل الٰہی دینہ کے عوامی نمائندوں پر اس زیادتی کی شدید مذمت کرتے ہوتے حکومت کی روش کو ملک و قوم کی دشمنی پر محمول کیا اور حزب اختلاف کے تمام راہنماؤں کو ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا ہے۔

عدالت شرعیہ کے قیام کے

فیصلے کا خیر مقدم

گزشتہ دنوں بالاکوٹ جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری اطلاعات و نشریات شیر افضل خان نے جمعیت کے ہنگامی اجلاس میں نظام شریعت کنونشن میں کیے جانے والے عدالت شرعیہ کے قیام کے تاریخی فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام کے اس فیصلہ کو نظام شریعت کے نفاذ کے لیے ایک عملی قدم قرار دیا گیا۔

نیز حکومت کے اس اقدام کی سختی سے مذمت کی گئی۔

جس میں نظام شریعت کنونشن کے دوران سامان مہیّا کرنے والے دکانداروں کے خلاف مقدمات درج کیے گئے ہیں۔

جمعیۃ علماءِ اسلام ساہیوال

گزشتہ دنوں جمعیۃ علمائے اسلام ساہیوال کے زیر اہتمام جامعہ مسجد سبیل الرحمت میں بیاد حضرت مولانا محمد میاں صاحبؒ اور آغا شورش کاشمیریؒ ایک جلسہ عام زیر صدارت حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب صدر جمعیۃ ضلع ساہیوال منعقد ہوا جس میں حضرت مولانا منظور احسن محمودی ایم۔ اے صدر ساہی وال شہر، جناب مفتی ضیاء الحسن صاحب صدر مجلسِ عمل جناب شیخ اصغر حمید ایڈووکیٹ صاحب صدر متحدہ جمہوری محاذ اور خالد صدیق سیکرٹری جمعیۃ طلباء اسلام ساہیوال نے خطاب کیا مولانا منظور احسن نے فرمایا کہ مولانا محمد میاں جیسا مورّخ اور آغا صاحب جیسا صحافی اور مجاہد ختم نبوت اب شاید ہی پیدا ہو۔ آپ نے کہا کہ آغا صاحب نے اپنی تمام زندگی ختم نبوت پر نچھاور کر دی۔ جمعیۃ کا تعارف کراتے ہوئے آپ نے کہا کہ اس وقت جمعیۃ واحد جماعت ہے جو کہ شاندار ماضی رکھتی ہے۔

جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مفتی ضیاء الحسن صاحب نے مولانا محمد میاں اور آغا صاحب کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ آپ نے کہا کہ آغا صاحب اتحاد کے علمبردار تھے اور انھوں نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ برائی کو ہاتھ سے روکیں۔

شیخ اصغر حمید ایڈووکیٹ صاحب نے بھی آغا صاحب کے کارنامے بیان کیے۔

مولانا حبیب اللہ صاحب نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی مذّمت کی

ضروری ہدایت

صوبائی ناظم نشریات جناب حافظ محمد صادق صاحب نے ضلعی و مقامی نظماء نشریات کو ہدایت کی ہے کہ وہ اخبارات اور ترجمان اسلام کو باقاعدگی سے خبریں ارسال کریں اور ایک نقل [illegible] دفتر کو ارسال کریں۔

اعلان

حضرت مولانا محمد عبد اللہ بھکر والوں نے ضلع لائل پور کے لیے جناب خواجہ عبد الحمید بٹ کو ناظم انتخابات مقرر کر دیا ہے۔ رکنیت سازی کے سلسلے میں احباب بٹ صاحب سے تعاون فرمائیں۔

اعتذار

گزشتہ شمارے میں صوبہ سرحد کی کارگزاری کے عنوان سے جو رپورٹ چھپی ہے وہ مولانا ایوب جان بنوری نے مرتب کی تھی نام رہ جانے کی وجہ سے ادارہ معذرت خواہ ہے

سیالکوٹ ٹرنک ہاؤس
نے
بیاہ شادی کے لیے مضبوط، پائیدار خوب صورت ٹرنک، پیٹی، حمام ٹب بالٹی بنانے کا انتظام کیا ہے
آج ہی تشریف لاکر جہیز کو مکمل کیجیے۔
اس کے علاوہ آڈر پر بھی ٹرنک پیٹیاں تیار کی جاتی ہیں۔!
سیالکوٹ ٹرنک ہاؤس
وہاڑی بازار بورے والا

مجاہدین جنگِ آزادی
اور
علماءِ حق کی واحد جماعت
جمعیۃ علماءِ اسلام
کا رکن بن کر
پاکستان میں نظام شریعت کے عملی نفاذ کی کوششوں میں حصہ لیں۔ اور اپنے احباب کو بھی اس مقصد کے لیے رضامند کریں۔ ضلع ملتان میں ہر سطح پر ممبر سازی کا کام شروع ہو چکا ہے۔ تعاون فرمائیے
ممبر سازی کے فارم دفتر ضلع ملتان سے طلب کریں
رکن سازی آخر ذوالحج تک جاری رہے گی۔
منجانب: مولانا فضل الخالق، محمد یامین، عبد الشکور
اراکین جمعیۃ علماء اسلام بٹہ سلطان پور۔

ہر مرض کا علاج ممکن ہے بشرطِ تشخیص صحیح ہو۔ تسلّی بخش علاج کیلیے
دار الشفاء
وہاڑی روڈ بورے والا تشریف لائیے!
مطب
حکیم محمد انور غنی فاضل طب الجراحت
بی یو ایم ایس۔ ایکس ہاؤس فزیشن
نیز: ہر قسم کی پیٹنٹ انگریزی و دیسی ادویات تھوک و پرچون نرخ پر ہم سے بارعایت خرید فرمائیں
دار الشفاء میڈیکل اینڈ پنسار سٹور وہاڑی روڈ بورے والا